ماہنامہ مجلّہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

"ہمارے علماء کا سب سے "بڑا کارنامہ" یہ ہے کہ کسی بڑے اور تعلیم یافتہ مجمع میں کھڑے ہو کر طلاقتِ لسانی اور قوتِ گویائی کا مظاہرہ کر دیں، بس، دارین کے فرائض سے سبک دوش۔ پھر جو کچھ زبان سے آندھی طوفان کی طرح سناتے بھی ہیں ان کا ظاہر و باطن ان حقائق سے یکسر کورا ہوتا ہے۔ زبان پر آتا ہے، دل میں نہیں ہوتا چاہیے تھا کہ خود سراپا عمل بن جاتے، پھر ان کی زبانیں خاموش رہتیں لیکن ان کے جسم کا ایک ایک رونگٹا اسلام کا مبلغ بن جاتا اور ان کی پیشانیوں پر چمکتے ہوئے نورِ حق کا جلال فراعنۂ وقت کی گردنوں کو خود بخود جھکا دیتا۔ ورنہ کھوکھلے سینوں اور بے سوز حلقوں سے نکلی ہوئی صداؤں کی تو آج بھی کمی نہیں۔ خدارا بتلایئے سفینۂ اسلام کے ٹوٹے ہوئے تختوں کو تھپیڑے دے دے کر غرق کر دینے اور قوم و ملت کی زخمی روح پر ہلاکت کی چھری پھیر دینے کا خونِ ناحق کس کی گردن پر ہو گا؟" کیا ہمارے پیشواؤں نے کل کے لئے احکم الحاکمین کے سامنے ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۴۴) کا کوئی جواب سوچ رکھا ہے؟"

(مسلمان اور امامتِ کبریٰ، از مولانا صدر الدین اصلاحی۔ ص ۴۳)

ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح کی مطبوعات

دینی مدارس اور ان کے مسائل ——— قیمت : ۳۰/روپے

اس موضوع کے مختلف گوشوں پر مولانا ابو العرفان ندویؒ، مولانا حبیب الرحمن عمری، مولانا فاروق خاں، مولانا مقتدیٰ حسن ازہری، مولانا عزیز صاحب المظاہریؒ، مولانا مجیب اللہ ندوی اور سید حامد سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ وغیرہم کے ان مقالات کا مجموعہ ہے۔ جو انہوں نے انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے دو سالہ کنونشن منعقدہ ۱۲/ ۱۳/ فروری ۱۹۸۸ء میں پیش فرمائے تھے۔

نقوش و تاثرات ——— قیمت : ۸/روپے

مولانا جلیل احسن ندویؒ کے اہم مضامین کا دلکش اور خوبصورت مجموعہ

ساہتیہ پربھا ——— (مرتب : ڈاکٹر کوثر یزدانی) قیمت : ۱۵/روپے

ثانوی درجات کیلئے اسلامی مزاج کے مطابق تیار ہندی نصابی کتب

ہندی ساہتیہ سمن ——— (درجہ پنجم ششم ہفتم کیلئے سپلیمنٹری بک) قیمت : ۱۵/روپے

جس میں ہندی قواعد، ہندی شعراء کا تعارف اور دیگر مفید چیزیں جمع کردی گئی ہیں۔ جو بچوں کو ہندی سکھانے کیلئے بڑی مفید ثابت ہوں گی۔

——— ملنے کا پتہ ———

ادارہ علمیہ، جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڈھ - 276 121 (یو۔پی)

اسلامی ساہتیہ پرکاشن، 1525، سوئی والان، نئی دہلی - 110 002

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو
بلریاگنج

شمارہ نمبر ۴	ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ اپریل ۱۹۹۹ء	جلد نمبر ۱۵

مدیر معاون	مدیر	مدیر مسئول
انیس احمد فلاحی	عبدالبر اثری فلاحی	نور محمد فلاحی

☆ سالانہ زرتعاون: 50.00 روپے
☆ خصوصی زرتعاون: 100.00 روپے
☆ بیرون ملک سے: 25.00 امریکی ڈالر
☆ طلبہ کے لئے: 40.00 روپے
☆ اعزازی زرتعاون: 1000.00 روپے
☆ قیمت فی شمارہ: 5.00 روپے

◯ اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے، لہذا جلد سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ "مجلہ حیات نو"، جامعۃ الفلاح

بلریاگنج، اعظم گڈھ 276 121 (یو۔پی) فون نمبر 05466-25115

نقوشِ حیاتِ نو

اداریہ

قربانی اور دشمنانِ اسلام کی خواہش — عبدالبر اثری فلاحی — ۳

بحث و نظر

مولانا آزاد کا تصورِ دین — ڈاکٹر سلطوت ریحانہ — ۴

اخبار و آراء — اقبال احمد فلاحی — ۱۸

مذاہب عالم

نصرانیت — انیس احمد فلاحی — ۱۹

سیر و سوانح

ذکرِ جمیل ضمیمہ (۱) — عبدالبر اثری فلاحی — ۲۴

فقہ و فتاوی

پوسٹر پر قرآنی آیات لکھنے کا حکم — ابوار قم فلاحی — ۳۵

تعارف و تبصرہ

تحفۂ اطفال — ابو عبدالرحمن عمار فلاحی — ۳۷

مجالس علمیہ

مولانا امین احسن اصلاحی سیمینار — عبدالبر اثری فلاحی — ۳۹

جامعہ کے لیل ونہار

توسیعی خطبات، جمعیۃ الطلبہ کا انتخاب — ادارہ — ۴۲

شعر و سخن

غزل — سعید اختر اعظمی فلاحی — ۴۴

روداد انجمن

مولانا صدرالدین اصلاحی پر قطر میں جلسہ تعزیت — سکریٹری، قطر یونٹ — ۴۵

روداد شوریٰ انجمن طالبات قدیم — ساجدہ ابو اللیث فلاحی — ۴۸

اداریہ

قربانی اور دشمنانِ اسلام کی خواہش

عبدالبر اثری فلاحی

امسال کچھ زیادہ ہی زور و شور کے ساتھ اعداء اسلام کی طرف سے یہ بات آرہی ہے کہ عیدالاضحی کے موقع سے ذبیحہ (قربانی) کا اہتمام نہ کیا جائے، کچھ تو خیر سگالی کے جذبوں کے تحت، کچھ منافرانہ فضا کو ابھرنے سے روکنے کے لئے اور کچھ سادہ لوح یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ حالات کا تقاضہ ہے کہ قربانی پر صرف ہونے والی کثیر رقم کو دوسرے کار خیر میں لگایا جائے جس پر اس وقت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا دشمنانِ اسلام کی یہ خواہش درست ہے؟ کیا اہل اسلام اسے قبول کرلیں؟ کیا ان کے دلائل قابل توجہ ہیں؟ کیا ان کی بنا پر قربانی سے باز آنا روا ہوگا؟

سچ بات یہ ہے کہ لوگوں نے قربانی کی حقیقت کو سمجھا نہیں ہے، اسی لئے اس قسم کی تمناؤں کا اظہار بھی کیا جارہا ہے اور "رواداری" کے نام پر اسے تسلیم بھی کیا جارہا ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ قربانی شعائر اللہ میں سے ہے۔ جدامجد ابراہیم کی سنت ہے۔ خطا و نسیان کے پتلے انسان کو یہ یاد دلانے کے لئے ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی کا دیا ہوا ہے اور اسی کی خاطر جب بھی ضرورت ہو اسے اپنی محبوب سے محبوب شے قربان کر دینے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ قرآن میں کئی جگہ یہ دہائی کی اعلیٰ شکل نماز کے بعد قربانی کا حکم ہے۔ فرمایا "فصل لربك وانحر" (الکوثر:۲) پس اپنے رب کی خاطر نماز قائم کرو اور قربانی دو۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا "قل ان صلوتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين" (الانعام:۱۶۲) کہو بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

آپ غور کریں کہ قربانی کے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں کس چیز کا اعتراف ہے: "انی وجهت وجهي للذي فطر السموت والارض حنيفا وما انا من

المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین لاشریک لہ وبذالک امرت وانا من المسلمین اللھم منک ولک بسم اللہ اللہ اکبر" ساری دنیا سے کٹ کر تیری طرف رخ پھیر لیا ہے، میرا سب کچھ تیری خاطر ہے، جو کچھ تو نے دیا ہے وہ تیرے لئے حاضر ہے، بس تیرے ہی نام سے، تو ہی سب سے بڑا ہے۔

اپنی عبدیت کا اعتراف اور اللہ کی کبریائی کا اعلان لفظ لفظ سے چھلکا پڑ رہا ہے اور دراصل یہی روح زندہ و پائندہ رکھنا قربانی کی اصل حکمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر تکبیر کے خصوصی اہتمام کی ہدایت ہے "اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد"

چونکہ ہماری عیدیں ایک رسم اور تیوہار کی شکل اختیار کر گئی ہیں اس لئے ہمارے اندر اس کی روح کا صحیح احساس پیدا نہیں ہوتا ورنہ ذرا احساس جاگے تو اندازہ کرنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ اس کے اندر تو وہی درس ہے جو منصب نبوت پر سرفراز کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو "وربک فکبر" (اور اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کرو) کے الفاظ میں دیا گیا تھا۔

آپ غور کریں کہ قربانی نہ کرکے اس پیغام سے دوری اور اللہ کے کبریائی کے اعلان سے دست برداری کیا کسی مسلمان کے لئے جائز ہو سکتا ہے؟ اور کیا اسے اختیار کر لیا جائے تو امت مسلمہ "دین حنیف" کی صحیح اسپرٹ اور روح سے دور ہونے سے بچ سکے گی؟ یقیناً نہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر اس کی بقاء اور تحفظ مشکل ہے۔ چنانچہ قرآن صاف اشارہ دیتا ہے کہ امتوں کی بقاء و تحفظ اور ارتقاء کے لئے ہر امت پر قربانی لازم رہی ہے: "ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللّٰہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام" (الحج ۳۴) اور ہر امت کے واسطے ہم نے مقرر کر دی ہے قربانی کہ یاد کریں اللہ کے نام ذبح پر چوپایوں کے جو ان کو اللہ نے دیئے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شہر کے سارے لوگ قربانی ترک کر دیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔

قربانی کی اس اسپرٹ کی روشنی میں دیکھا جائے تو ابتداء اسلام کی یہ اپیل کسی درجہ میں قبول کرنے کے لائق نہیں کیونکہ یہ سم قاتل ہے۔ اسے بارہا وجوہ فوراً مسترد کر دینا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

رہی یہ بات کہ حالات کے تقاضے کے تحت دوسرے کار خیر میں رقم لگا دینا تو یہ

بھی ہمارے کا سودا ہے۔ اس قدر عظیم اسپرٹ --- جو جان اور روح کی حیثیت رکھتی ہے اس پر بقاء و ارتقاء منحصر ہے --- سے محروم ہو کر دوسرے کار خیر کوئی حیثیت نہیں رکھتے ورنہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح کے حالات کے سلسلہ میں قربانی چھوڑ دینے کی ہدایت ضرور دی ہوتی۔ آپ کا اسوہ تو یہ بتاتا ہے کہ اس سے سنگین حالت میں بھی قربانی کا اہتمام ہونا چاہئے۔ چنانچہ بخاری کی روایت ہے کہ آپؐ کے زمانے میں قربانی کے موسم میں ایک سال قحط پڑا لیکن اس کے باوجود آپؐ نے لوگوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ قربانی نہ کریں بلکہ اس رقم کو حاجت مندوں میں تقسیم کر دیں۔ اس سنگین صورتحال میں خود بھی قربانی کی اور دوسرے صحابہؓ نے بھی قربانی کی۔ آپؐ نے صرف اس قدر فرمایا کہ تین دن سے زیادہ گوشت نہ رکھیں تاکہ حاجت مندوں کی حاجت روائی ہو سکے۔ آئندہ سال چونکہ اس طرح کی صورتحال نہیں تھی اس لئے آپؐ نے تین دن کی قید بھی اٹھالی۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی جو روح ہے اس کو حاصل کرنے کی ہر قیمت پر کوشش کی جائے گی اور بظاہر دوسرے کار خیر میں شدید ضرورت کے پیش نظر اس عظیم سنت سے دست بردار نہیں ہوا جائے گا۔

چنانچہ آج ہمیں بھی اس طرح کے بحث میں الجھنے کی ضرورت نہیں بلکہ قربانی کی اصل اسپرٹ پر نظر رکھنے اور اس سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

منیجر "حیات نو" جناب اشفاق عالم صاحب مفتاحی توسیع و اشاعت کے سلسلے میں دورے پر ہیں۔ تمام ہی فلاحیوں اور بہی خواہان جامعہ سے التماس ہے کہ ان کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ اپنے مشورے اور شکایات بھی درج کرائیں۔ "مدیر"

بحث و نظر

مولانا آزاد کا تصور دین

ڈاکٹر سطوت ریحانہ

شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (یوپی)

مولانا ابو الکلام (محی الدین احمد) آزاد کا شمار جدید ہندوستان کے ان عظیم معماروں میں ہوتا ہے جنہوں نے نہ صرف اپنے وطن کو بیرونی تسلط سے آزاد کرانے کے لئے اپنی جان، مال اور تمام صلاحیتیں وقف کر دی تھیں بلکہ اسے متحد رکھنے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان بڑھتی خلیج کو پاٹنے کے لئے جی توڑ کوشش کی تھی۔

مولانا آزاد کا آبائی وطن دہلی ہے۔ آپ کے والد خیر الدین ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد بیرون ملک چلے گئے تھے۔ انھوں نے مختلف ممالک کا دورہ کرتے ہوئے آخر میں حجاز میں قیام کیا۔ وہیں ۱۸۸۸ء میں مولانا آزاد کی مکہ مکرمہ میں پیدائش ہوئی۔ آپ کا خاندان دینی و علمی لحاظ سے اعلیٰ مقام پر فائز تھا۔ آپ کی والدہ عربی النسل تھیں اور والد اسلامی علوم کے عالم اور عربی زبان کے ماہر تھے۔ چنانچہ آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت علمی اور دینی ماحول میں ہوئی۔ آپ نے باضابطہ کسی مدرسہ میں تو تعلیم حاصل نہیں کی لیکن ورثہ میں وہ کچھ پالیا تھا جو ایک عالم دین کسی مدرسہ سے حاصل کرتا ہے پھر مسلسل مطالعہ اور تحقیق و جستجو نے آپ کی علمی صلاحیتوں کو جلا دی۔

مولانا کی علمی، ادبی اور سیاسی زندگی کا آغاز صحافت سے ہوتا ہے۔ درجن بھر سے زیادہ رسالوں سے آپ کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے رہا۔ بعض رسالے آپ نے خود نکالے، بعض رسالوں کی ادارت کی، اور بہت سے رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوئے۔ آپ کے جاری کردہ رسالوں میں نیرنگ عالم (۱۸۹۹ء) المصباح (۱۹۰۱ء) لسان الصدق (۱۹۰۳ء) الہلال (۱۹۱۲ء) اور البلاغ (۱۹۱۵ء) قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ احسن الاخبار، خدنگ نظر، الندوہ، وکیل اور دار السلطنت وغیرہ کے مدیر رہے۔

مولانا آزاد نے سولہ سترہ سال کی عمر ہی سے ہندوستانی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ آپ نے اپنی تحریروں کے ذریعہ ہندوستانی عوام کو برطانوی تسلط کے خلاف ابھارا۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست داعی تھے۔ ۱۹۳۹ء میں کانگریس کے صدر بنائے گئے اور سات سال تک اس کی صدارت کی۔ سن ۱۹۴۷ء میں ملک کی آزادی کے بعد وزیر تعلیم بنائے گئے اور آخر تک اس عہدے پر فائز رہے۔ ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

مولانا کامیاب صحافی، ماہر سیاستداں اور زبان آور خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم انشاء پرداز اور زبردست عالم دین بھی تھے۔ آپ نے جو سیاسی اور علمی و ادبی کارنامے انجام دیے ہیں ان کی بنا پر آپ کی شخصیت زندہ جاوید رہے گی۔

مولانا آزاد کی شخصیت کا تجزیہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پر مذہبیت کا رنگ غالب تھا۔ آپ نے اپنی زندگی کے ہر میدان میں اس کو پیش نظر رکھا۔ نو عمری ہی میں آپ نے مذہبی موضوعات پر جلال الدین سیوطی کے بعض رسائل اور امام غزالی کی کتاب "منہاج العابدین" کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ پھر ماہنامہ "الندوہ" لکھنؤ کی معاونت ادارت کے زمانہ (۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۶ء) میں آپ نے مصری دانشور فرید وجدی کی کتاب "المرأة المسلمة" کا اردو ترجمہ "مسلمان عورت" کے نام کیا۔ اس کے علاوہ "الہلال" اور "البلاغ" میں بھی آپ کے بہت سے مذہبی مضامین شائع ہوئے۔ انہیں عوائد و رسوم، العلوم الجدیدۃ و الاسلام، حقیقت معجزات، اسلامی توحید اور مذاہب عالم، قانون نشو ونما اور قرآن، القول الثابت، القضاء فی الاسلام، اتحاف الخلف، البرہان، الدین الخالص اور الحرب فی الاسلام وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔[۲]

مولانا کو شہرت و عظمت کے بام عروج پر پہنچانے میں آپ کے رسالہ "الہلال" کا نمایاں کردار ہے۔ اس رسالہ کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں آپ اپنے خیالات قرآن کریم کی روشنی میں پیش کرتے تھے۔ آپ اپنے مضامین میں کثرت سے قرآنی آیات کا استعمال کرتے تھے۔ بعض مضامین کے عنوان تک کے لئے آپ نے قرآنی آیات اور الفاظ کا انتخاب کیا۔ ایک مرتبہ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو آپ نے لکھا:

"جناب نے اس بنیادی اصول کو چھیڑ دیا جس پر ہم الہلال کی پوری عمارت کھڑی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کہیں کہ محراب خوشنما نہیں تو ممکن ہے کہ ہم بدل دیں لیکن اگر آپ کی

خواہش ہے کہ بنیاد کا پتھر بدل دیا جائے تو معاف فرمایئے، اس کی تعمیل سے مجبور ہیں۔ انسانی اعمال کی خواہ کوئی شاخ ہو ہم اسے مذہب کی نظر سے دیکھتے ہیں، ہمارے پاس اگر کچھ ہے تو قرآن ہی ہے، اس کے سوا ہم اور کچھ نہیں جانتے۔"

الہلال کے بند ہو جانے کے بعد بھی مولانا آزاد نے تصنیف و تالیف سے تعلق منقطع نہیں کیا۔ آپ نے قرآن کی دعوت عام کرنے کے لئے تقریر و تحریر دونوں کا سہارا لیا۔ جس زمانے میں آپ کو برطانوی حکومت نے ڈیفنس ایکٹ کے تحت حدود بنگال سے نکل جانے کا حکم دیا تھا اور بعض دوسرے صوبوں میں داخلہ پر بھی پابندی عائد کر دی تھی، کچھ عرصہ آپ کو صوبہ بہار کے شہر رانچی میں رہنے کا موقع ملا۔ اس عرصہ میں آپ نے کیا کیا علمی خدمات انجام دیں، مولانا سید سلیمان ندوی نے ان کا یوں تذکرہ کیا ہے:

"زمانہ قیام رانچی میں ایک سال تک جامع مسجد میں انھوں نے مسلمانوں کو قرآن مجید کا درس دیا، زیادہ تر اوقات تالیف و تصنیف میں بسر ہوئے۔ ترجمان القرآن یعنی قرآن مجید کا موثر تفسیری ترجمہ اس زمانہ میں ختم ہوا، البیان تفسیر قرآن میں ایک جامع تصنیف کا سلسلہ تیس پاروں تک پہنچا، فقہ اسلامی پر بغیر فریقانہ تعصب کے صرف کتاب و سنت کو پیش نظر رکھ کر متعدد رسائل الصلوٰۃ، الزکوٰۃ، الحج، النکاح ترتیب دیئے، سوانح مجددین کا سلسلہ شروع کیا، اور اس میں علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے سوانح و مجتہدات قلم بند کئے، ایک رسالہ منطق اور بعض دوسرے عنوانات علمی پر تحریر کیا۔"

مذہبی موضوعات پر مولانا آزاد کا جو قابل قدر تحریری سرمایہ ہے اس میں سب سے اہم آپ کی شاہکار تفسیر ترجمان القرآن ہے، اس کی تالیف سے قبل آپ نے ایک طویل عرصہ قرآن میں غور و تدبر میں گذارا ہے، خود مولانا کا بیان ہے:

"کامل ستائیس برس سے قرآن میرے شب و روز کے فکر و نظر کا موضوع رہا ہے اس کی ایک ایک سورۃ، ایک ایک مقام، ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ پر میں نے وادیاں قطع کی ہیں اور مرحلوں پر مرحلے طے کئے ہیں، تفاسیر و کتب کا جتنا مطبوعہ و غیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کا بڑا حصہ میری نظر سے گذر چکا ہے اور علوم قرآن کے مباحث و مقالات کا کوئی گوشہ نہیں جس کی طرف حتی الوسع ذہن نے تغافل اور جستجو نے تساہل کیا ہو...... اس تمام عرصہ کی جستجو و طلب کے بعد قرآن کو جیسا کچھ اور جتنا کچھ

سمجھ سکا ہوں میں نے اس کتاب کے صفحوں پر پھیلا دیا ہے۔"

ترجمان القرآن کو عوام اور اہل علم دونوں طبقوں میں خراج تحسین پیش کیا گیا اور اسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، کسی نے اسے سرسید کی تفسیر قرآن کے بعد اردو میں دوسری کتاب قرار دیا جس کے ذریعے ہندوستان کے حالات اور جدید ہندوستانی ذہن کی ضرورتوں اور اس کے مسلمہ اقدار کو سامنے رکھ کر قرآن کے مطالب کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے؛ تو کسی نے اسے ایک نئے طرز کے علم کلام کی بنیاد بتایا جس میں مذہب کا ایک وسیع تر انسانی پہلو پیش کیا گیا ہے اور کسی نے اسے وہ روشن آئینہ قرار دیا جس میں مولانا کی دینی و علمی سرگرمیوں کا پرتو پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر نظر آتا ہے۔

اس کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ مولانا آزاد پر سب سے زیادہ تنقید ان کی اسی تفسیر کے حوالہ سے ہوئی ہے، مولانا آزاد نے ترجمان القرآن میں خاص طور سے دو بنیادی نکتے پیش کئے ہیں: ایک وحدت دین کا تصور اور دوسرے دین و مذہب کی بنا پر علیحدگی و دشمنی کی مخالفت، در اصل یہ ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں، اس موضوع پر مولانا آزاد نے اپنی علمی و فکری زندگی کے آغاز ہی سے غور کرنا شروع کر دیا تھا، ایک جگہ انہوں نے لکھا ہے کہ وہ دور جستجو میں (جو چودہ سال سے بائیس سال کی عمر کے درمیان کا ہے) تین سوالات پر غور کرتے رہتے تھے:

۱۔ کیا خدا کا کوئی وجود ہے؟
۲۔ اگر خدا ہے تو مذاہب میں اختلاف کیوں ہے؟ حقیقت ایک ہی ہو سکتی ہے، اگر مذہب ہدایت اور امن کے لئے ہے تو پھر یہی مذہب جھگڑوں اور خونریزیوں کا سبب کیوں ہے؟
۳۔ خود کسی ایک مذہب کے ماننے والے بھی مختلف باہم مخالف گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں ایک کیوں حق پر ہے دوسرا کیوں نہیں؟

طویل غور و فکر کے بعد وہ جن نتائج تک پہونچے انھیں ترجمان القرآن میں بہت تفصیل سے پیش کیا ہے۔ سطور ذیل میں اس کی روشنی میں ان کے تصور دین کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

الف۔ دین مذہب کی اصل روح ہے مولانا آزاد نے سب سے پہلے اس حقیقت کو واشگاف کیا ہے کہ دنیا میں جو مذاہب پائے جاتے ہیں وہ دو قسم کی تعلیمات پر مشتمل ہیں، ایک

قسم کی تعلیمات روح اور دوسری قسم کی تعلیمات محض ظاہری شکل و صورت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اول الذکر قسم کو وہ دین سے تعبیر کرتے ہیں اور موخر الذکر قسم کو شرع قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"مذاہب کی تعلیم دو قسم کی باتوں سے مرکب ہے۔ ایک قسم تو وہ ہے جو ان کی روح و حقیقت ہے، دوسری قسم وہ ہے جس سے ان کی ظاہری شکل و صورت آراستہ کی گئی ہے۔ پہلی چیز اصل ہے، دوسری فرع ہے۔ پہلی چیز کو وہ دین سے تعبیر کرتا ہے، دوسری کو "شرع" سے اور نسک سے، اور کہیں کہیں اس کے لئے منہاج کا لفظ بھی استعمال کیا ہے"۔

ب۔ مذاہب میں اختلاف دین کی بنیاد پر نہیں بلکہ شرع کی بنیاد پر ہوتا ہے: دین اور شرع میں فرق کرنے کے بعد مولانا نے اگلا نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ مختلف مذاہب کے درمیان اختلاف دین کی بنیاد پر نہیں بلکہ شرع کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ دین ہر عہد میں ایک ہی تھا البتہ مختلف زمانوں میں لوگوں کی سہولتوں اور صلاحیتوں کی رعایت سے ان کے حسب حال شریعتیں عطا کی گئیں، تو مختلف شریعتوں میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ بنیادی نہیں بلکہ ظاہری سطحی ہیں۔

"مذاہب میں جس قدر بھی اختلاف ان کا اصلی اختلاف ہے، وہ دین کا اختلاف نہیں، محض شرع و منہاج کا اختلاف ہے، یعنی اصل کا نہیں ہے، فرع کا ہے، حقیقت کا نہیں ہے، ظاہر کا ہے، روح کا نہیں ہے، صورت کا ہے...... پس جس مذہب کا ظہور جیسے زمانے میں اور جیسی استعداد و طبیعت کے لوگوں میں ہوا، اسی کے مطابق شرع و منہاج کی صورت بھی اختیار کی گئی"۔

ج۔ دین کی اساس توحید اور عمل صالح پر ہے: مولانا کے تصور دین کا تیسرا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ دین عبارت ہے توحید اور عمل صالح سے۔ اگر کوئی شخص ایک خدا کی پرستش کرتا ہے اور اپنی زندگی میں نیک اعمال انجام دیتا ہے تو یہ اس کی نجات کے لئے کافی، بالفاظ دیگر انسان کی سعادت و نجات کا دار و مدار کسی مخصوص گروہ سے وابستگی پر نہیں بلکہ ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ اس بات کو انہوں نے بہت زور دے کر مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے۔

"دین سے مقصود تو خدا پرستی اور نیک عملی کی راہ تھی۔ وہ کسی خاص حلقہ بندی کا نام نہیں تھا۔ کوئی انسان ہو، کسی نسل یا قوم سے ہو، کسی نام سے پکارا جاتا ہو، لیکن اگر خدا پرستی

ایمان رکھتا ہے اور اس کے اعمال بھی نیک ہیں تو دین الٰہی پر چلنے والا ہے اور اس کے لئے نجات ہے"۔

"خدا کا ٹھہرایا ہوا دین ایک ہے، وہ دین حقیقی کیا ہے؟ قرآن بتاتا ہے کہ ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کی زندگی، جو انسان بھی ایمان دار نیک عملی کی راہ اختیار کرے گا اس کے لئے نجات ہے"۔

"دین حق کی اصل تعلیم یہ ہے کہ سعادت و نجات کی خدا پرستی اور نیک عملی کی زندگی سے حاصل ہوتی ہے اور اصل شے دل کی پاکی اور عمل کی نیکی ہے"۔

د۔ تمام پیغمبروں کی دعوت ایک ہی دین کی طرف تھی: مولانا آزاد کا اگلا نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے جتنے بھی پیغمبر بھیجے سب کی بنیادی دعوت یہی تھی۔ یہ پیغمبر ہر زمانے میں اور دنیا کے ہر خطے میں آئے۔ چند پیغمبروں کا تذکرہ قرآن میں آیا ہے۔ ان کے علاوہ ہزاروں ایسے ہیں جن کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم۔ ان تمام پیغمبروں نے ایک ہی دین کی طرف دعوت دی اور ہر ایک نے ایمان اور عمل صالح پر زور دیا۔

"خدا کے جتنے پیغمبر پیدا ہوئے خواہ وہ کسی زمانے اور کسی گوشے میں ہوئے ہوں سب کی راہ ایک ہی تھی اور سب ایک ہی عالمگیر قانون سعادت کی تعلیم دینے والے تھے۔ یہ عالمگیر قانون سعادت کیا ہے؟ ایمان اور عمل صالح کا قانون ہے یعنی ایک پروردگار کی پرستش کرنی اور نیک عملی کی زندگی بسر کرنی۔ اس کے علاوہ اور اس کے خلاف جو کچھ بھی دین کے نام سے کہا جاتا ہے دین حقیقی کی تعلیم نہیں ہے"۔

"خدا کے جتنے رسول بھی پیدا ہوئے سب کی تعلیم یہی تھی کہ "الدین" پر یعنی نوع انسانی کے ایک ہی عالمگیر دین پر قائم رہو اور اس راہ میں ایک دوسرے سے الگ الگ نہ ہو جاؤ"۔

ہ۔ پیروان مذاہب کا باہمی اختلاف دین حقیقی سے انحراف کا نتیجہ ہے: اگر اللہ کا دین ایک ہی ہے، تمام مذاہب نے اسی کی تعلیم دی ہے اور تمام انبیاء اسی کو لے کر آئے ہیں تو پھر مختلف مذاہب کی بنیادی تعلیمات میں اختلاف کیوں ہے؟ کہ شدت سے فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ مولانا آزاد نے بڑی وضاحت سے اس سوال کو حل کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ اختلاف اصل دین سے انحراف اور گمراہی کا نتیجہ ہے۔ پیروان مذاہب باہم تفرقہ

کرکے اور گروہ بندیاں قائم کرکے اصل دین سے دور چلے گئے اور انہوں نے انسان کی نجات اور سعادت کا دارومدار دین پر نہیں بلکہ اپنے گروہ سے وابستگی پر قرار دے دیا۔ فرماتے ہیں:

"مذاہب کا اختلاف پیروان مذاہب نے مذہب کی حقیقی تعلیم سے منحرف ہو کر پیدا کرلیا ہے۔ یہ اختلاف مذاہب کا اختلاف نہیں ہے پیروان مذاہب کی گمراہی کا نتیجہ ہے[18]"۔

"پیروان مذاہب کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انھوں نے دین میں تفرقہ ڈال کر الگ الگ گروہ بندیاں اور باہم دگر مخالف جتھے بنالئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نجات و سعادت کا دارومدار ایمان و عمل پر نہ رہا، گروہ بندیوں پر آٹھہرا[19]"۔

دین حقیقی سے منحرف پیروان مذاہب کی مثال میں مولانا آزاد نے یہود اور نصاریٰ کو پیش کیا ہے۔ ان دونوں مذہبی گروہوں میں سے ہر ایک اس بات کا مدعی تھا کہ جنت صرف اس کے پاس ہے، جب کہ حقیقت یہ تھی کہ وہ خود دین حق کی دعوت سے ہٹے ہوئے تھے۔ مولانا نے لکھا ہے

"یہود اور نصاریٰ کا باہمی تفرقہ اور گروہ بندی اس لئے پیدا ہوئی کہ انھوں نے اصل دین سے انحراف اور آپس کی ضد اور تعصب میں پڑ گئے[20]"۔

"اہل کتاب کی ایک بہت بڑی گمراہی دین میں "غلو" ہے۔ یعنی حقیقت واعتدال سے متجاوز ہو کر بہت دور تک چلے جانا...... یہود و نصاریٰ اسی گمراہی کے شکار ہوئے[21]"۔

د۔ نوع انسانی کا حقیقی دین "الاسلام" ہے: مولانا نے ایک نکتہ یہ پیش کیا ہے کہ حقیقی دین جو تمام مذاہب کے درمیان قدر مشترک ہے اور جس کی طرف تمام پیغمبروں نے دعوت دی ہے اسی کو قرآن میں "اسلام" کہا گیا ہے۔ اس لفظ کے ذریعہ قرآن کسی مخصوص گروہ بندی کی طرف نہیں بلکہ مذاہب کے درمیان مشترک حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے، وہ فرماتے ہیں

"قرآن نے دین کے لئے "الاسلام" کا لفظ اسی لئے اختیار کیا ہے کہ الاسلام کے معنی کسی بات کے مان لینے اور فرماں برداری کرنے کے ہیں، وہ کہتا ہے دین کی حقیقت یہی ہے کہ خدا نے جو قانون سعادت انسان کے لئے ٹھہرا دیا ہے اس کی ٹھیک ٹھیک اطاعت کی جائے...... وہ جب کہتا ہے کہ الاسلام کے سوا کوئی دین اللہ کے نزدیک مقبول نہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ دین حقیقی کے سوا جو ایک ہی ہے اور تمام رسولوں کی مشترک تعلیم

ہے الہامی دیانات کی کوئی گروہ بندی مقبول نہیں[22]"۔

"قرآن کہتا ہے کہ تمام مذاہب کی یہی مشترک اور متفقہ حقیقت "الدین" ہے یعنی نوع انسانی کے لئے حقیقی دین اور اسی کو وہ "الاسلام" کے نام سے پکارتا ہے[23]"۔

ر۔ قرآن حقیقی دین کی طرف ہی دعوت دیتا ہے: آخر میں مولانا آزاد نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن مختلف گروہ بندیوں میں ایک نئی گروہ بندی کا اضافہ نہیں کرنے آیا ہے، بلکہ مختلف گروہوں کے باہمی نزاع و اختلاف کو ختم کرنے آیا ہے۔ پیروان مذاہب سے ان کا مطالبہ یہی ہے کہ انھوں نے اپنے مذاہب میں جو تحریفات کر رکھی ہیں ان سے دست کش ہو جائیں اور حقیقی اور بنیادی تعلیم (ایمان اور عمل) پر کاربند ہو جائیں، جو کہ تمام مذاہب کے درمیان قدر مشترک ہے، وہ فرماتے ہیں:

"قرآن کسی نئی مذہبی گروہ بندی کی دعوت لے کر نہیں آیا ہے بلکہ چاہتا ہے تمام مذہبی گروہ بندیوں کی جنگ و نزاع سے دنیا کو نجات دلا دے اور سب کو اسی ایک راہ پر جمع کر دے جو سب کی مشترک اور متفقہ راہ ہے[24]"۔

"قرآن نے کسی مذہب کے پیرو سے بھی یہ مطالبہ نہیں کیا کہ وہ کوئی نیا دین قبول کرلے بلکہ ہر گروہ سے یہی مطالبہ کرتا ہے کہ اپنے اپنے مذاہب کی حقیقی تعلیم پر جسے تم نے طرح طرح کی تحریفوں اور اضافوں سے مسخ کر دیا ہے سچائی کے ساتھ کاربند ہو جاؤ[25]"۔

تجزیہ: مولانا آزاد نے دین کا جو تصور پیش کیا ہے (جس کی تفصیل سطور بالا میں بیان کی گئی) وہ کوئی نیا اور انوکھا نہیں ہے، بلکہ تمام اہل علم کا یہی عقیدہ ہے۔ مولانا نے اپنی ہر بات پر قرآن کریم سے استشہاد کیا ہے اور دلیل میں قرآن کی آیتیں پیش کی ہیں[26]۔ ان سے پہلے شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مولانا آزاد کے معاصر مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "سیرۃ النبی" جلد چہارم میں ٹھیک یہی بات لکھی ہے:

"صحیفہ محمدی (قرآن) نے ہمارے سامنے دو لفظ پیش کئے ہیں، ایک دین، دوسرا شرعۃ، منسک اور منہاج۔ شرعۃ اور منہاج کے معنی راستے کے ہیں، منسک کے معنی طریق عبادت کے۔ دنیا میں یہ راز سب سے پہلے محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب پاک پر منکشف ہوا کہ دین الٰہی ہمیشہ سے ایک تھا، ایک رہا اور ایک رہے گا، اور معرفت ایک ہے، خواہ کتنی ہی مختلف شکل

ورنگ کی قندیلوں میں روشن ہو، اصل دین میں عام پیغمبروں کی تعلیم یکساں تھی۔ ایک ہی دین تھا جس کو لے کر اول سے آخر تک تمام انبیاء آتے رہے۔ اس میں زمان و مکان سے تغیر کو کوئی دخل نہ تھا اور نہ قوم و ملک کے اختلاف سے اس میں کوئی اختلاف پیدا ہوا۔ وہ ہر زمانے میں ہر مقام میں یکساں آیا اور وہاں کے پیغمبروں نے اس کی یکساں تعلیم دی...... جس میں بہت سے کوئی اختلاف ہے تو طریقہ تعبیر کی غلطی ہے یا وہ ہے جو آگے اس تعلیم میں کوئی شخص شامل ہو گیا ہے...... جزئیات احکام اور مختلف مقصد کے حصول کے جدا جدا راستے ہیں جو ہر قوم و مذہب کی زمانی و مکانی خصوصیات کے سبب سے بدلتے رہے ہیں، مگر اصل دین جو ازلی سچائی اور ابدی صداقت ہے، ناقابل تبدل اور ناقابل تغیر رہا۔"

اعتراضات کا جائزہ

لیکن حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ مولانا آزاد کے اس تصور دین پر شدید اعتراضات اور تنقیدیں کی گئیں۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے اس کے رد میں ایک کتاب "واضح البیان فی تفسیر ام القرآن" کے نام سے لکھی۔ بعض دوسرے حلقوں سے بھی سخت اعتراضات کئے گئے۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ مولانا وحدت ادیان کے قائل ہیں، بالفاظ دیگر وہ موجودہ تمام مذاہب کو برحق سمجھتے ہیں۔ اس شبہ کو تقویت سیکولرازم رکھنے والے ان لوگوں کے رویہ سے ملی جو مولانا کی تحریروں کو سیاق و سباق سے ہٹا کر اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ حالانکہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ مولانا آزاد نے وحدت ادیان کا نہیں بلکہ وحدت دین کا تصور پیش کیا ہے۔ اور دونوں میں بین فرق ہے۔ پروفیسر مشیر الحق مرحوم نے اس اعتراض کو یوں رفع کیا ہے:

"مولانا آزاد نے اپنی تفسیر میں وحدت دین کا لفظ استعمال کر کے وحدت ادیان کے تصور کی ایک طرح سے نفی کی ہے۔ وحدت ادیان کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم پہلے یہ تسلیم کر لیں کہ دین بہت سارے ہیں اور اس کے بعد ان میں ایک نقطہ اشتراک تلاش کریں۔ مولانا اس کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دین ہمیشہ سے ایک رہا ہے اور ایک ہی رہے گا۔ اختلاف جو ہمیں نظر آتے ہیں وہ دین کے نہیں بلکہ شریعتوں اور طریقوں کے ہیں، یعنی اختلاف اصل میں نہیں فروع میں ہے[22]۔"

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ مولانا آزاد نجات کے لئے صرف ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کو کافی سمجھتے ہیں، ایمان بالرسل ان کے نزدیک ضروری نہیں۔ بالفاظ دیگر آج

کے زمانے میں یہود و نصاریٰ یا دیگر مذاہب کے ماننے والے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائے بغیر بھی محض توحید اور آخرت کے عقیدہ کی بنیاد پر نجات پا سکتے ہیں۔ مولانا آزاد نے اس اعتراض کے جواب میں مولانا غلام رسول مہر اور حکیم سعد اللہ وغیرہ کے نام جو مکاتیب لکھے ہیں ان سے دین اور مذہب سے متعلق مولانا کا تصور واضح ہو جاتا ہے اور اس سے پیدا ہونے والے شبہات اور اشکالات پوری طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ مولانا نے لکھا ہے:

"قرآن نے بے شمار مقامات پر یہ بھی بتا دیا ہے کہ ایمان باللہ کی تفصیل کیا ہے اور نہ صرف ایمان بالرسل بلکہ ایمان بالکتب و بالملائکہ و بالیوم الآخر ان میں داخل ہے اور اس لئے جب کبھی ایمان اور عمل کہا جائے گا تو ایمان سے مقصود یہی ایمان ہو گا نہ کہ کوئی دوسرا ایمان، اور عمل سے مقصود وہی اعمال ہوں گے جنہیں اس نے عمل صالح قرار دیا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ عدم تفریق بین الرسل بھی اس میں داخل ہے، اور کوئی ایمان بالرسل جو تفریق بین الرسل کے ساتھ ہو، قرآن کے نزدیک ایمان نہیں، وہ کہتا ہے کہ اس زنجیر کی ایک کڑی کا انکار سب کا انکار ہے...... بحیثیت مسلم ہونے کے ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ اصل دین توحید ہے، یہ تو بہر حال کہنا ہی پڑے گا، اس تیرہ سو برس کے اندر اصل دین کے باب میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے سوا کچھ نہیں[23]۔"

"ایمان سے مقصود یہ ہے کہ اللہ پر، اللہ کے رسول پر، یوم آخرت پر اور قرآن و صاحب قرآن پر ایمان لائے اور عمل سے مقصود وہ اعمال ہیں جنہیں قرآن نے اعمال صالح قرار دیا ہے۔ البتہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ تمام گذشتہ مذاہب کی تعلیم بھی یہی رہی ہے اور دین حق ایک سے زیادہ نہیں۔ اگر ایک یہودی حضرت موسیٰ کی سچی تعلیم پر عمل کرنا چاہے گا یا ایک مسیحی حضرت مسیح کی حقیقی تعلیم پر کاربند ہو گا، تو اسے ٹھیک ٹھیک یہی راہ اختیار کرنی پڑے گی جو قرآن نے واضح کر دی ہے، اس کے سوا کوئی دوسری راہ نہیں ہو سکتی[24]۔"

تیسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ اگر شریعت دین سے علیحدہ چیز ہے اور وہ حالات اور زمانہ کی رعایت سے بدلتی رہی ہے تو کیا اسلامی شریعت کے بعد کوئی دوسری شریعت بھی آسکتی ہے؟ مولانا کے جواب سے یہ اعتراض بھی رفع ہو جاتا ہے۔

"کیا یہ بات موجب اشتباہ ہوئی ہے کہ قرآن اصل دین سے شرع و منہاج کو الگ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ اختلاف ہوا شرع میں ہوا نہ کہ اصل دین میں؟ لیکن یہ تو خود

قرآن کی تصریح ہے اور ہم مسلمانوں کا یہ دو صد سالہ عقیدہ۔ یقیناً اعتقاد یہ نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ کی شریعت باطل تھی، یا حضرت مسیح کے احکام باطل تھے۔ البتہ قرآن کی یہ تصریح گذشتہ کی نسبت ہے جس کا اختلاف اہل کتاب بعد بحث کے لاتے تھے، اور آئندہ کی نسبت، آئندہ کے لئے اس کا اعلان معلوم ہے کہ نعمت تمام ہو چکی اور یہ اتمام نہ صرف اصل دین میں ہے بلکہ شرع و منہاج میں بھی، اور اتمام کے بعد تبدیل ممکن نہیں۔ اکمال کے بعد مزید تکمیل کی گنجائش نہیں، یہ ہمارے لئے امر ہے کہ ہم ہر طالب حق پر واضح کر دیں کہ جس طرح اصل دین کی دعوت کامل ہو چکی اور وہ تمام پچھلی دعوتوں کا جامع و مشترک خلاصہ ہے، ٹھیک اسی طرح شرع و منہاج کا معاملہ بھی کامل ہو چکا اور وہ تمام پچھلے شرائع سے مقاصد و عناصر پر جامع و حاوی ہے، البتہ یہ ظاہر ہے کہ اس بحث کا محل تفسیر سورہ فاتحہ یا سورہ بقرہ نہیں ہے سورہ احزاب ہے[۳۱]۔"

<u>خلاصہ بحث</u> اس تفصیل سے واضح ہوا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے دین کا کوئی نیا تصور نہیں پیش کیا ہے بلکہ قرآن کے پیش کردہ تصور ہی کی ترجمانی کی ہے، اور وہی بات کہی ہے جس کا اظہار ان کے متقدمین اور معاصرین نے کیا ہے، اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جن لوگوں نے تصور دین کے معاملہ میں مولانا آزاد سے اختلاف کیا ان کا اختلاف علمی بنیادوں پر نہیں تھا بلکہ اس کے محرکات سیاسی تھے، حقیقت یہ ہے کہ مولانا کی تفسیر سورہ فاتحہ ایک ایسا شاہکار ہے جس کی تفسیری ادبیات میں کوئی نظیر نہیں ملتی، میری تائید کے لئے مولانا سید سلیمان ندوی کا یہ تبصرہ کافی ہے:

"اس میں سورہ فاتحہ کے ایک ایک لفظ کی ایسی دل نشین تشریح اور بصیرت افروز تفسیر ہے کہ اس سے سورہ کے ام الکتاب (اصل قرآن) ہونے کا مسئلہ مشاہدہ معلوم ہونے لگتا ہے اور اسلام کے تمام مہمات مسائل اور اصول دین پر ایک تبصرہ ہو جاتا ہے[۳۲]۔"

﴿حواشی﴾

۱۔ عبدالرزاق ملیح آبادی، آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۱۹۵۸ء، ص ۲۷۰-۲۷۱

۲۔ صباح الدین عبدالرحمن، مقالہ: مولانا آزاد کی مذہبی فکر، در مجموعہ: مولانا ابوالکلام آزاد، شخصیت اور کارنامے، مرتب: خلیق انجم، اردو اکادمی دہلی ۱۹۸۶ء، ص ۲۹۰

۳۔ انور معظم، مقالہ: مولانا آزاد کی فکر کا مذہبی پہلو، در مجموعہ: مولانا آزاد ... ایک ہمہ گیر

شخصیت، مرتب: رشید الدین خان، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی ۱۹۸۹ء، ص ۲۱۷

۴۔ الہلال، ۱۸ ستمبر ۱۹۱۲ء، ص ۱۲ ۵۔ ماہنامہ معارف، مارچ ۱۹۱۹ء

۶۔ ترجمان القرآن جلد اول، دیباچہ ص ۵۱-۵۲

۷۔ علی اشرف، مقالہ: مولانا آزاد اور ترجمان القرآن، در مجموعہ: ابوالکلام آزاد ... ایک ہمہ گیر شخصیت، ص ۱۳۶

۸۔ محمد حسین، مقالہ: ابوالکلام آزاد کا سفر ارتقاء، مجموعہ: ابوالکلام آزاد ... ایک ہمہ گیر شخصیت ص ۱۰۰-۱۰۱

۹۔ کاظم علی خان، مقالہ: مولانا آزاد اور ترجمان القرآن، در مجموعہ: ابوالکلام آزاد شخصیت اور کارنامے، ص ۲۱۵

۱۰۔ عبدالرزاق ملیح آبادی، ذکر آزاد، اجالا پریس، کلکتہ ۱۹۶۰ء، ص ۲۵۶-۲۵۷

۱۱۔ ام الکتاب (تفسیر سورہ فاتحہ) ابوالکلام آزاد، مکتبہ احباب، لاہور، ص ۲۸۱

۱۲۔ ام الکتاب: ص ۲۸۲ ۱۳۔ ام الکتاب: ص ۲۹۴

۱۴۔ ترجمان القرآن، جلد اول: ص ۱۹۳ ۱۵۔ ترجمان القرآن، جلد دوم، ص ۴۲۹ (تلخیص)

۱۶۔ ام الکتاب: ص ۲۷۷

۱۷۔ ام الکتاب: ص ۲۷۸، یہی بات مولانا آزاد نے سورہ آل عمران آیت ۸۱ کی تفسیر میں بھی لکھی ہے۔

۱۸۔ ام الکتاب: ص ۲۸۱، مزید دیکھئے ص ۲۸۹-۲۹۰

۱۹۔ ترجمان القرآن، جلد دوم: ص ۸۱۵-۸۱۹ ۲۰۔ ترجمان القرآن: جلد دوم: ص ۲۸۴

۲۱۔ ترجمان القرآن: جلد دوم ص ۵۷۸ ۲۲۔ ام الکتاب: ص ۳۱۵

۲۳۔ ام الکتاب: ص ۳۲۳-۳۲۴ ۲۴۔ ام الکتاب: ص ۳۰۳

۲۵۔ ام الکتاب: ص ۳۰۹-۳۱۰

۲۶۔ اختصار کے پیش نظر ہم نے آیتیں حذف کر دی ہیں، دیکھئے: ام الکتاب میں متعلقہ بحث

۲۷۔ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، جلد چہارم، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ص ۱۰۳

۲۸۔ مشیر الحق، مقالہ: ترجمان القرآن ... ایک تعارف، در ماہنامہ "آجکل" "مولانا آزاد نمبر" نومبر ۱۹۸۸ء، ص ۴۷

۲۹۔ مکتوب بنام غلام رسول مہر، مشمولہ [illegible]، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی ۱۹۵۹ء، ص ۱۵

۳۰۔ مکتوب بنام حکیم سعد اللہ، مشمولہ [illegible]، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی ۱۹۵۹ء، ص ۲۳-۲۷

۳۱۔ مکتوب بنام غلام رسول مہر، مشمولہ [illegible]، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی ۱۹۵۹ء، ص ۱۲-۱۹

۳۲۔ ماہنامہ "معارف" اکتوبر ۱۹۳۲ء

اخبار و آراء

مولانا اقبال احمد فلاحی

سکریٹری، نہضۃ العلماء

۱۔ کفر ایک ہی ملت ہے   تبدیلی مذہب کی پابندی کی بات کرنا جہاں ایک طرف اس شرک و کفر کی کمزوری کا اظہار ہے، وہیں دین اسلام کی اشاعت کی راہ میں روڑا بھی ہے۔ کیونکہ اسلام صرف وراثتی دین کے ساتھ ساتھ دین تبلیغ بھی ہے اور تبلیغ کا حق امت کے مسلمہ کے فرائض میں داخل ہے۔ اس تبلیغ کے نتائج کو تبدیلی مذہب مخالف قانون بنا کر روکنا بہت سنگین اور دور رس نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ لوگوں کو حق قبول کرنے سے روکنا شریعت کے نزدیک کتنا بڑا جرم ہے اس سے ہم سب واقف ہیں۔

جاپان کے سب سے بڑے بین الاقوامی ادارہ ریوکائی کے سربراہ ڈاکٹر سکساری کوبو نے کہا کہ ہم تبدیلی مذہب کے خلاف ہیں۔ وشو ہندو پریشد کے بدنام زمانہ صدر اشوک سنگھل نے کہا۔ "ہم نے اسلام اور عیسائیت کے صفائے کا منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ ۱۹، ۲۰ اور ۲۱ نومبر کو نیپال کھٹمنڈو میں ہندو بودھ اجتماع ہوگا جس میں دنیا بھر سے بودھ بھکشوؤں کو مدعو کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا بھر کے ۳ء۵ عرب ہندو اور بودھ اگر اکٹھا ہو گئے تو اسلام اور عیسائیت ہمارے آگے ٹک نہیں سکتے۔ انہوں نے کہا کہ بودھ اور ہندو اتحاد کی ضرورت اسلئے آن پڑی کیونکہ بھارت سمیت کوریا، سری لنکا، تھائی لینڈ، تائیوان اور جاپان جیسے ممالک میں تبدیلی مذہب کیلئے دباؤ بڑھ رہا ہے۔

۲۔ کمیونسٹ بت پرستی   مغربی بنگال سرکار کے وزیر تعلیم نے دہلی میں سرسوتی وندنا اور وندے ماترم کے لازمی کئے جانے پر بہت ہنگامہ کیا تھا مگر انہیں کی منسٹری نے "ماتری چیتنا" کے نام سے ریاست کے پرائمری اسکولوں کے لئے شائع کرائی ہے۔ جس کو مفت تقسیم کیا جا رہا ہے اور اس میں سب سے پہلے سرسوتی وندنا جیسی شرکیہ نظموں کو رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ وطن سے محبت اور عقیدت پیدا کرنے کے نام پر ہندو دیوی دیوتاؤں کے قصے رکھے گئے ہیں جن کا مطالعہ کرنا بچوں کے لئے اور اساتذہ کے لئے لازمی ہوگا۔

نصرانیت (۱۰)

انیس احمد فلاحی

پروٹسٹنٹ فرقہ پروٹسٹنٹ انگریزی لفظ ہے جس کے معنی ہیں احتجاج کرنا۔ چونکہ اس فرقہ کے اولین معتقدوں نے کیتھولک چرچ کی بدعنوانیوں اور مغفرت ناموں کی تجارت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی، اس لئے انہیں پروٹسٹنٹ کہا جانے لگا۔

اس فرقہ کے ظہور کے اہم اسباب درج ذیل ہیں

۱۔ پاپائیت کی بدعنوانیاں پوپ انوسینٹ کے عہد سے پاپاؤں نے ارشاد و تلقین کے بجائے اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اسے دنیوی اور سیاسی اغراض کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ مغفرت ناموں کی تجارت عام ہو گئی اور مخالف فرقوں کے افراد کو زندہ جلا کر اذیت رسانی کی جب انتہا کر دی گئی تو بہت سے مصلحین نے حالات کے اصلاح کی کوششیں کیں جن میں ویکلف (۱۳۸۴)، جان ہس (John Huss)، جیروم (Jerome) اور مارٹن لوتھر (۱۴۸۳) قابل ذکر ہیں۔ موخر الذکر کو فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی سمجھا جاتا ہے جس نے اپنی تنقیدوں کے ذریعہ پاپائیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

۲۔ بادشاہوں اور امراؤں پر کلیسا کی دست درازی کلیسا نے عام افراد ہی پر اکتفا کرتے ہوئے بادشاہوں اور امراؤں پر بھی اپنے احکام و فرامین اور کفر و نفاق کے فتاویٰ صادر کرنے شروع کر دیے، چنانچہ فرانس کے بادشاہ فریڈرک کو ۱۲۴۵ء میں پوپ انوسینٹ نے انکے منصب سے معزولی کا حکم جاری کر دیا اور پوپ بونیفیس ہشتم نے شاہ ایڈورڈ اول اور فرانس کے شاہ فلپ چہارم سے زبردست دشمنی ٹھان لی جس سے بعض امراء و حکام بھی کلیسا کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے اصلاحی کوششوں کا بھرپور تعاون کیا۔

۳۔ کتب مقدسہ سے عام استفادہ کی ممانعت کلیسا نے کتب مقدسہ کی تعبیر و تشریح کا حق صرف اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ پادریوں کے علاوہ کسی بھی شخص کو کتب مقدسہ کی تلاوت، ان کی تعبیر و توضیح کا حق حاصل نہ تھا۔ کلیسا جو حکم صادر کر دے اسے

چوں وچرا مان لیا جائے خواہ وہ معقول ہو یا غیر معقول۔ اگر پاپا کا کوئی حکم کسی کو سمجھ میں نہ آئے تو اسے اپنے فہم اور ادراک کا قصور ٹھہرانا چاہئے پاپا کو نہیں۔ کیونکہ پاپا تو کلیسا کے نزدیک معصوم عن الخطا ہے۔ چنانچہ جس نے بھی عیسائی اعتقادات و افکار کے خلاف کوئی تعبیر و توضیح کی اس پر عرصہ حیات کو تنگ کر دیا گیا حتیٰ کہ عقائد و نظریات سے علاحدہ امور میں بھی کلیسا سے ہٹ کر سوچنے اور رائے دینے کا حق کسی کو حاصل نہ تھا چنانچہ گلیلیو کو صرف کائنات کے ایک مسئلہ پر رائے دینے کی بنا پر قید کی سزا سنائی گئی۔

یہ وہ اہم اسباب تھے جن کی بنا پر مارٹن لوتھر نے کلیسا کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، مغفرت ناموں کی تجارت اور پوپ کے غیر معقول اختیارات کے خلاف بغاوت کی۔

مارٹن لوتھر کے بعد سولہویں صدی کے آغاز میں جان کالون اسی تحریک کو لے کر جنیوا میں آگے بڑھے اور پھر یہ آواز فرانس، اٹلی، جرمنی اور یورپ کے ہر خطے سے اٹھنی شروع ہو گئی اور بالآخر انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم اور ایڈورڈ چہارم بھی اس تحریک سے متاثر ہو گئے اور اس طرح پروٹسٹنٹ کیتھولک چرچ کا مضبوط مقابل بن گیا۔

اہم عقائد

۱۔ نصرانیت کا مآخذ صرف کتاب مقدس ہے۔

۲۔ ہر کلیسا اپنے طور پر آزاد ہے۔ کسی کو کسی پر تسلط حاصل نہیں ہے اور انکے درمیان باہمی ربط مختلف وزارتوں کے درمیان باہمی ربط کے مانند ہے۔

۳۔ ہر نصرانی کو کتاب مقدس پڑھنے اور اسکے معنی کو سمجھنے کا حق حاصل ہے۔

۴۔ کلیسا کو کسی کے گناہوں کو معاف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

۵۔ عشاء ربانی کی رسم محض حضرت مسیح کی قربانی کی یادگار ہے، روٹی کا بدن اور شراب کا خون بن جانا اسے تسلیم نہیں ہے۔

۶۔ مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام سے متعلق تمام ہی رسمیں اور عیدیں بدعت ہیں۔

۷۔ کلیسا میں مجسموں اور تصویروں کو رکھنا حرام ہے۔

۸۔ کونسلوں کے بعض فیصلے مبنی بر حق نہیں ہیں۔

عقیدہ تثلیث، الوہیت مسیح، عقیدہ صلب و فداء اور عقیدہ کفارہ میں یہ فرقہ بقیہ فرقوں کی مانند ہے۔ اس فرقہ کے ارباب حل و عقد کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ جس طرح

آپ لوگوں نے مغفرت ناموں کی تجارت کے خلاف آواز بلند کی اور اصطباغ اور عشاء ربانی کے سوا ان تمام رسوم کو محض بدعت بتایا جو رومی کلیسا نے ایجاد کر رکھی تھیں۔ اسی طرح مذکورہ بالا اہم اور بنیادی مسائل پر بھی آپ لوگ نظر ثانی کریں کیوں کہ ان کا مآخذ نہ تو کتاب مقدس ہی ہے اور نہ ہی اقوال مسیح بلکہ ان کا مآخذ تو پولس رسول کی تعلیمات ہیں۔

اس فرقہ کے افراد انگلستان، جرمنی، ڈنمارک، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں پائے جاتے ہیں۔

> ”قرآن نے یہود پر الزام رکھا تھا کہ چند رسوم و ظواہر اور اپنے ذہن کے تراشے ہوئے مظنونات کے سوا ان کے جیب و دامن میں ہے ہی کیا؟ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ کیا آج حاملین قرآن کی حالت بے کم و کاست یہی نہیں ہے؟ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھئے تو سہی، کتنے فیصدی مسلمان کتاب الٰہی کے اسرار و حکم نہ سہی، اس کی موٹی موٹی تعلیمات ہی کو جانتے اور سمجھتے ہیں؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ جب يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا کی فریاد بارگاہ صمدیت میں پیش ہوگی اس وقت کی ہولناکیوں، پریشانیوں، لعنتوں اور پھٹکاروں سے یہ نام نہاد مسلمان مامون و مصئون رہیں گے جن کو قرآن کی چند آیتیں بھی سمجھ کر پڑھنے کی توفیق نہیں؟“
>
> (مسلمان اور امامت کبریٰ از مولانا صدر الدین اصلاحی ص ۳۲)

ذکر جلیلؒ ضمیمہ (۱)

عبدالبر اثری فلاحی

خطوط و رسائل شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں جن سے جہاں خطوط نگار کی زندگی کے مختلف گوشے نکھر کر سامنے آتے ہیں وہیں ان کی علمیت اور گوناگوں صلاحیتوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور بہت سے مخفی پہلوؤں سے پردہ اٹھتا ہے۔ خصوصاً اہل علم کے خطوط تو بہت سے جواہر پاروں کا خزانہ ہوتے ہیں جو زندگی کے مختلف مسائل میں ارشاد و رہنمائی کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کی اشاعت کو نہ صرف ضروری بلکہ لازمی سمجھا جاتا ہے۔ ذیل میں شیدائے قرآن مولانا جلیل احسن ندویؒ کے منتخب نجی نوعیت کے خطوط بطور تکملہ ذکر جلیل شائع کئے جارہے ہیں باوجود سعی بسیار ہمیں سارے خطوط حاصل نہیں ہو سکے شاید یہ چند خطوط مہمیز کا کام دیں اور ان تمام لوگوں کو توفیق مل جائے جن کے پاس مولانا کے قیمتی خطوط محفوظ ہیں کہ یا تو وہ خود ان کو شائع کردیں یا ہمیں عنایت فرمائیں اور ہم انہیں بھی شائع کرنے کی سعادت پائیں، واضح رہے کہ مولانا کے کچھ علمی نوعیت کے خطوط پہلے ہی حیات نو کی زینت بن چکے ہیں لیکن ان سے کہیں زیادہ ابھی وہ اہل علم کی صندوقوں میں محفوظ ہیں۔ ان سے بھی مودبانہ التماس ہے کہ وہ یا تو ہمیں عنایت فرمائیں ہم انہیں شائع کردیں یا وہ خود ہی ان کی اشاعت کا نظم کریں ورنہ کہیں انہیں روز قیامت "کتمان علم" کے جرم میں دھر نہ لیا جائے۔

شامل اشاعت خطوط زیادہ تر مولانا شبیر احمد صاحب فلاحی اور مولانا شہود عالم صاحب فلاحی کے نام ہیں بعض خطوط مولانا نسیم غازی صاحب فلاحی کے نام ہیں۔ ہم ان تمام کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری درخواست پر بآسانی یہ خطوط ہمیں مرحمت فرما دیئے۔ فجزاهم الله خير الجزاء!

یہ تینوں مولانا کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ ان خطوط سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ انہیں اپنے شاگردوں سے کس قدر محبت تھی ان سے کیسا تعلق رکھتے تھے ان کے مسائل میں کتنی دلچسپی لیتے تھے اور دست تعاون دراز ہوتا تھا۔ باضابطہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ منقطع ہو جانے کے باوجود جس شفقت کا سلسلہ جاری رہتا تھا اس کی نظیریں کم ہی ملیں گی۔ یہ بھی عجیب و غریب امتزاج نظر آئے گا کہ صرف محبت ہی نہیں لٹاتے رہتے تھے بلکہ کوتاہیوں پر سرزنش بھی فرماتے اور انتہائی حسین و خوبصورت انداز میں خامیوں کے ازالہ کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ جلالت شان کے باوجود جس سادگی، بے تکلفی اور پرلطف انداز سے آپ کا اپنے تلامذہ سے رابطہ رہا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ زبان و بیان کی سلاست، تلمیحات و تشبیہات کا برمحل استعمال اور عربی الفاظ کو انتہائی سبک انداز میں پرونا تو گویا اور ہی لطف دے جاتا ہے۔

بسا اوقات آپ عربی میں بھی خطوط لکھتے تھے بطور نمونہ چند خطوط عربی کے بھی شامل کئے جارہے ہیں تاکہ مولانا کے عربی پر بھی قدرت کاملہ کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

خطوط بنام مولانا شبیر احمد فلاحی

[illegible]

برادر عزیز السلام علیکم وایدکم من الکرم

(۱) پہلا ملفوف ملا تھا، اسی دن آپ کی خیریت والدہ تک پہنچا دی۔

(۲) تازہ حال معلوم ہوا انتظار صاحب اور امیر جماعت دہلی اب امید ہے ٹھیک ہوگئے ہوں گے، اصبعی دمیت و فی سبیل الله مالقیت؟ انہیں اس کا مطلب بتائیے اور سلام کہیے۔

(۳) ابھی تو "زادراہ" چھپنے میں دیر ہے اور مزید تصحیح کی ضرورت پیش آگئی ہے، جناب احقر صاحب سے تصحیح شدہ نسخے لے کر رجسٹرڈ پارسل سے بھیجوں، آپ کا صرف آپ کی والدہ ماجدہ تک پہنچا دوں گا، اور جو نسخے زادراہ کے باقی ہیں ان میں جامعۃ الرشاد قلمزد کر دیں اور یہاں کا لکھ جائے تو مناسب ہوگا۔

(۴) سلیمان سلمہ کی دکان تو جامع علاقہ میں تھی خدا کرے کنڈوں کی بدمعاشی سے محفوظ ہو۔

(۵) مولانا حامد سے کہنا ہے کہ خالد کے لئے حکیم صاحب کو یہ مضمون لکھے کہ تیجی سے قیمتی
دوائیں اور یہ کہ وہ قیمت ادا کریں گے۔ علاوہ دیت کے بچوں کے اس کے دل کی کیفیت اعتدال
سے زیادہ تیز ہے۔ یہ تیز دھڑکن کیوں ہے، یہ فکر کی بات ہے شاید یہ بات کسی ذریعہ سے ام خالد
تک پہلے نہ پہنچے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دہلی میں علاج ہو۔

حضرت امیر جماعت، ادرج قیم جماعت سابق امیر (خان صاحب) مبارک خاں
شاہ اور اپنے ساتھیوں کو سلام کہو۔

جلیل احسن

چہار شنبہ ۱۱/۲/۷۵ء

برادر عزیز السلام علیکم

(۱) نہ "زاد راہ" ملی اور نہ صدر الدین کی امانت

(۲) عربی پرچہ کب نکل رہا ہے ہماری رائے یہ ہے کہ پرچہ نکلنے دیجئے اس سے
اندازہ ہو جائے گا کہ کس طرح کے مضامین لکھے جانے چاہئیں۔

اور اگر ایک مہینہ یا کم نکلنے میں دیر ہو تو وہاں جو عنوانات منتخب ہوئے ہوں وہ لکھ
بھیجئے اور یہ تو آپکو معلوم ہے کہ شکر کا مریض بالخصوص اس عمر میں اس کی کارکردگی کتنی کم ہو جاتی
ہے۔ اپنے سامنے نقشے بہت ہیں ارادے اور تمنائیں بھی بہت ہیں اور روز کسی نہ کسی وقت ابھرتی
بھی رہتی ہیں۔ پھر بھی کام نہیں ہو پاتا۔ آپ نے غسل خانے سے متعلق جو تجویز رکھی ہے وہ
میں نے دوبارہ پیش کی ہے۔ لیکن مدرسہ کے کارکنان قضا وقدر کا جواب خاموشی یعنی انکار ہے۔

(۳) آپ نے اپنے والدہ محترمہ کو لکھنا کیوں بند کر دیا ہے انکو چٹھیوں کی ضرورت ہے وہ کیوں
نہیں بھیجتے۔ ان سے کپڑا بھیجنے کا وعدہ کیا تھا تو فایان مرساھا فیم انت من ذکراھا الی
ربك منتهاها واما الخمسة والسبعون من ضحايا البخاری فرحمة الله عليهم
وصلوته ان يعاملهم معاملة الشهداء

(۴) میرے پاس پارکر بال پن ہے امریکہ کی بنی ہوئی اسکی لیڈ نہ ملی یا دلی کے بڑے تاجروں
کے یہاں تلاش کرو اور ممکن ہو تو ۲، ۳ خرید لو قیمت کے ساتھ لکھ بھیجو۔ یا ان کی قیمتیں
بتاؤ۔ جناب امیر جماعت، قیم جماعت سابق امیر جماعت (جو مرکز میں مقیم ہیں) خان بھائی

اور یہاں تک لکھوں سب کو ممکن ہو تو سلام کہو۔ عبد السلام اور انظر، آپ کو سلام عرض کر
تے ہیں۔

فقط والسلام

جلیل احسن ۲۹/۳/۷۵ء

برادر عزیز شبیر احمد فلاحی .... سلام و رحمت

خوشی ہوئی کہ آپ نے خط تو لکھا مزید مسرت آپ کی کامیابی سے باوجود بیماری کے
ہوئی آگے کی تعلیم جاری رکھیں تو اس کی شکل کیا ہو اس میں الجھن کیوں رہی ہے پیر و مرشد۔
امیر جماعت مد ظلہ۔ تو موجود ہیں ان کے سامنے پورا مسئلہ رکھ دو، وہ جو کہیں اس پر عمل کرو۔
ادھر کب آنا ہے؟ یا ابھی نہیں آنا ہے؟ کیا ارادے ہیں؟ والد ماجد کو صرف پیسے
بھیجے کافی ہیں؟ جملہ اہل مرکز کو سلام کہو۔

جلیل احسن

ہمارے شاہ خاں یا خاں شاہ کہاں ہیں۔ ہوں تو سلام کہو۔

برادر عزیز مولوی شبیر احمد فلاحی .... سلام و دعائے صحت

میری طبیعت ناساز، مختصر لکھتا ہوں کہ شبیر شبیر کی معیت میں وطن آ چکے ہیں،
تبدیل آب و ہوا، والدہ سے ملاقات اور اہل فلاح سے بھی، پلاسٹک کے لوٹے "بہشتی" ارلی
میں مل گئی ہو گی۔ مولانا شبیر کی اس میں مدد کیجئے۔ حضرت مرشد، مولانا حامد، حامد حسین اور
سب مرکزی لوگوں کو سلام کہو۔ تمہیں دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے اور مرکز میں آنے کو دل
کہتا ہے مگر تقدیر روکے ہے۔

جلیل احسن

عزیز گرامی سلام و دعا، محتاج دعا

آپ کو جواب دینا یاد نہیں، نسیم میاں کو آپ کا خط پہنچ گیا۔ کریم نگر میں بہت سا
سامان رہ گیا۔ کیسے آئے گا بڑا اہم سوال ہے، مولوی عبد العظیم صاحب اصلاحی اپریل میں
تعطیل میں آ جائیں گے تب آسکیگا اگر وہ توجہ کریں گے۔ لکھا تو ہے۔ لکھ دینے کے باوجود ابھی وہ
بار ہے ہیں مگر حالات کی پیچیدگی اجازت نہیں دیتی، دور رہنے کی وجہ سے اور وہاں سے چند
دن کی دوری سے پہنچنے میں مختار کار کی غفلت سے تقریباً ایک بیگہ زمین ہاتھ سے جاتی رہی اور

کوئی مجلس شوریٰ کا جلسہ ہو رہا ہو یا کسی اور تقریب سے امیر حلقہ حیدر آباد کے آنے کا پتہ
سے علم ہو جائے تو فوراً اطلاع دیجئے گا۔ تاکہ کچھ سامان لانے کی درخواست کروں۔

خالد سلمہ اور افتخار صاحب اور مرکزی حضرات کو سلام کہیں

جلیل احسن

عزیزم مولوی شبیر احمد فلاحی ...... سلام دعا

کیا حال ہے؟ کس حال میں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟

ہماری مشاغل یا پڑھنی؟ نہ سلام نہ کلام نہ نامہ و پیام؟

یہ کیا حال ہو تمہارا؟ ادھر آنے کا خیال ہے؟ کب تک؟ یا بالکل نہیں۔

جناب امیر جماعت اور دوسرے ساکنان مرکز و عاملان مرکز کو سلام کہو اگر ممکن
ہو اور یاد رہے بالخصوص میر ان زاف...... کو

جلیل احسن

یکشنبہ ۱۰ شوال ۹۷ھ ۲۵ ستمبر ۷۷ء

عزیزی سلمہ اللہ تعالیٰ

(۱) نہیں آئے افسوس ہوا، ہوں گی یہ مجبوریاں!

(۲) آپ کے مرسلہ روپے ہو تو سونا تھم الفلاح بھیجیے۔

(۳) میں نے ناظم صاحب فضل حسین صاحب کے خط میں افتخار موتر کو لکھا تھا
کہ دوشب ورد اور روا عدو کیلنڈر بھیجیں، لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ اب آپ جناب افتخار صاحب سے
ملیں، معلوم کریں، اگر انھوں نے نہ بھیجا ہو تو آپ یہ دونوں خرید کر عمدہ طور پر پیک کر کے
بھیجیں، یہ ضروری کام ہے اسے کر ڈالیں۔

۲۰ روپے آج منی آرڈر کر رہا ہوں آپ کے نام۔ ذرا افتخار صاحب کو مطلع کر دیں
کہ نہ بھیجیں۔

(۴) حضرت قیم صاحب کی خدمت میں بعد از سلام عرض ہے کہ پیر کا پھوڑا اچھا
نہیں ہوا ہے، دعا فرمائیں، مکتوب پر کام ہو رہا ہے۔ آخری باب اسوہ صحابہ لکھ رہا ہوں۔ قیم
صاحب مطلع رہیں کہ افتخار صاحب کے یہاں سے ۲۲ ستمبر تک کچھ نہیں آیا۔

جناب امیر جماعت مدظلہ اور دوسرے مرکز میں مقیم بزرگوں اور دوستوں کو
سلام پیش کر دیں بشرطیکہ اور بشرط سہولت!

مولوی علی احمد اگر آ گئے ہوں تو میرا سلام شوق پہنچا دیں، ان کا خط ملا تھا انھیں
ہدایت دیں کہ کیا خدا کا چاہا ہوتا ہے انسان آزاد بھی ہے مجبور بھی ہے، مکمل آزادی مل جاتی
تو پتہ نہیں کیا کرتا، رام کے تشاو خان تیر کر رہے وابستہ ہیں یا نہیں۔

ذرا فرصت ملے تو جناب سید حامد حسین سے بیمار پرسی کیجئے، ان کا خط آیا تب
معلوم ہوا ان کی نوعیت کیا ہے، ہم یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ نزلہ بخار ہوگا، نہیں معلوم تھا کہ قوی
ہیکل آدمی اس درجہ بیمار ہوگا، اجمل کا اب کیا حال ہے، لیاقت سلمہ کیسے ہیں؟

والسلام جلیل احسن

۲۲ محرم ۹۹ھ ۲۳ دسمبر ۷۸ء

برادر عزیز سلام و تحیات

عصر حاضر تو چھپ گئی ہے ایک نسخہ بھیجو اگر بہ آسانی بھیج سکو، عصر حاضر مصنفہ
عروج قادری مصنفہ ابی الحسن

میرا ذکر اتنے شدید اور لمبے "تقوی" کے بعد اچھا ہونے کے قریب ہے ابھی
زمین پر پیر نہیں رکھا جاتا دہلی ماہرین طب قدیم و جدید کا مرکز ہے حسب امکانی یا حسب اسلامی
ان حضرات سے معلوم کر کے ایسا نسخہ حاصل کرو کہ گھٹنا پر عاجز ہو جائے اب سب سے
بڑا مسئلہ اس کو ختم کرنے کا ہے۔

کب ادھر آ رہے ہو؟ اگر تم آجاتے تو یہ پھوڑا تمہیں دیکھتے ہی اچھا ہونا شروع
ہو جاتا۔ تم اپنی ماں کی پکار پر بھی لبیک نہیں کہتے؟

ممکن حضرات تک سلام پہنچاؤ، شارق و حنیفہ کو پیار۔

جتنے نسخے مل سکیں سب حاصل کرو اور سب کی ترکیب استعمال بھی۔

جلیل احسن

سہ شنبہ ۱۳ رمضان ۹۹ھ

برادر عزیز با صحت و سلامت

حصول منزل کی اسکیم پر مفصل لکھئے، اجمال سے بات کب سمجھ میں آتی ہے۔

آپ کے روپئے ابوسعد نے دے دیے میں نے مولوی محمد عیسیٰ صاحب کے ذریعہ بھجوائے والدہ کو اطلاع دے دی جائے۔

مرکز میں سب بزرگوں اور خوردوں کو سلام کہو، شارق و حفیظہ کو سلام و دعا۔ شارق فرسٹ ڈویژن فرسٹ پوزیشن، حفیظ حافظ پوزیشن اور مظہر تھرڈ پوزیشن آئے، مٹھائی اڑواؤ کھلاؤ یہاں آکر۔ اب یہ دونوں حقائق کی دنیا میں گئے ہیں، طالب علمانہ تخیلات بہت پاش پاش ہو جاتے ہیں۔

حصول منزل کے لئے منتظر رہوں گا۔ کھتمائی دوا مع نسخہ ترکیب بھیجو۔

جلیل احسن

۱۱/۱۰/۹۹ء

عزیز گرامی سلمہ اللہ تعالیٰ

عید مبارک، آپ کو اور جملہ عزیزوں کو

سب کام چھوڑ کر دفتر لد کر جاؤ، ۱۵ فروری کے الدعوۃ میں مولانا مودودی کے اس خط کا ترجمہ چھپا ہے جو دکرنی اور دعوت میں بھی چھپا ہے، آپ کے پاس ہو تو اس کی نقل صاف لکھ کر بھیجو۔ یہ کام بہت ضروری ہے تاخیر نہ ہو!

آپ کے روپئے مولوی محمد عیسیٰ صاحب کے پاس بھیجے کہ وہ آپ کی والدہ کو پہنچا دیں عبدالسلام کے بھائی کے ذریعہ۔

مولانا سلمان اور کوثر رحمانی وغیرہ کو ندوانی، ایڈیٹر کاقی وغیرہ کو سلام کہو۔ سلمان صاحب چلوطوی اور پھر... کیا غیر مسلم بھائیوں اور والدین کا کچھ حق نہیں ہوتا؟

والسلام جلیل احسن

جمعہ ۳۰ رمضان ۹۹ھ

خطوط بنام مولانا شہود عالم صدیقی فلاحی

برادر عزیز سلمکم اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا۔ جوابی خط کس لئے؟ شاید دل میں کوئی اندیشہ گزرا ہو؟

آپ کے اپنے کارخانہ کا کیا ہوا؟ اسے کیوں چھوڑا کیا آپ کے رشتہ دار ملک کارخانہ آگئے؟ ٹھیک ہے غلہ کی دکان بھی، تجارت میں "صبر" کی بڑی ضرورت پڑتی ہے۔ جلدی اور جلد بازی تباہ کن ثابت ہوتی ہے، ابتداء میں یہ مقدار فروخت خاصی حوصلہ افزا ہے۔ ابتداء میں تو تجارت ہی کھاتی ہے، بعد میں آدمی اس کو کھاتا ہے۔

میں نے تو آپ کے کسی خط کا جواب نہیں روکا، خط ملا ہو تو میں کیا کروں، آزاد ہند کی ڈاک ہے۔ بھائی اب ملازمین کے بیان کو قابل ہونے تو دو کس کا۔

ہمت کر کے قریب کی مسجد میں درس قرآن یا درس حدیث دیجئے۔ یا دونوں تین تین دن۔ تفہیم، بیان القرآن وغیرہ سے مدد لیجئے۔

وہاں عربی تفسیر تو کوئی ہوگی نہیں!

جلیل احسن

۱۶ اگست ۱۹۷۱ء

عزیزم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں مدرس ہوں، صدر مدرس نہیں، متعلق امور کے لئے انہیں براہ راست لکھئے، اپنے نام کا خط انہیں دوں تو الٹا اثر پڑے گا، گویا آپ انہیں لائق التفات نہیں گردانتے، انسانی نفسیات بڑی پیچیدہ ہیں!

اپنے ابا کو سلام اور احسن کو دعا دو حرف تسلی کہیں، غم ہونا فطری ہے، محنت تو اس نے کی تھی، انگریزی اور سیاسیات کا کورس اس کی سطح سے اونچا ہے۔

جلیل احسن

۷-۷-۱۹۷۷ء

عزیزم و مکرم ابو صہیب

سلام و تحیات

اب اگر بیٹی بھیجیں تو خصوصی طور پر ہونا، یہ ہلکی ہیں اس سے تیز مطلوب ہے صہیب کو پیار کیجئے اس نے رنگ آپ کا لیا یا احسن کا، عمر دراز ہو، دین کا خادم بنے اور خادم بنانے کی ذمہ داری آپ دونوں پر ہے!

بچوں کی تربیت بڑا مشکل کام ہے اس موضوع پر الحسنات وغیرہ سے جو کتابیں شائع ہوئی ہیں وہ سب آپ کے پاس ہونی چاہئیں اور آپ دونوں کو انہیں سمجھنا اور برتنا ہوگا۔

اپنے والدین، برادران اور اپنے گھر کو سلام کہیے۔

رحمت اور ظفر مدینے سے منظور، باقی سب درخواستیں مسترد، خدا کرے آپ مقبول ہوں، نذرالاسلام ہر سال تجدید درخواست کرتے، آگئے نہیں تھے۔

جلیل احسن

۱۸۔۱۰۔۹۷ھ/ ۳۔۱۰۔۱۹۷۷ء

برادر مکرم عزیزہ، سلام و تحیات

احسن پہنچ گیا ہوگا، عید الاضحیٰ کی تعطیل آئندہ جمعہ کو ختم ہوئی، شنبہ سے مدرسہ کھلے گا، احسن کا اخراج ہو گیا ہے، یہ گھر جانا چاہتا تھا، گیا نگراں مولوی اقبال سے چھٹی مانگنے، جب رخصت سے مطمئن نہ ہو کر چھٹی نہیں دی تو صدر مدرس مولوی ابوبکر صاحب کے پاس گیا، وہ بھی مطمئن نہیں ہوئے۔ تو بلا رخصت گھر چلا گیا، صدر مدرس اور نگراں نے بورڈنگ سے نکال دیا اور غالباً نام خارج ہو گیا، مطبخ سے کھانا بھی بند ہوا اب مجھے اپنے طور پر جلنی سے امید ہے کہ آپ لے کر آئیں تو شاید داخل کرلیں، میں نے کچھ کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔
معلوم ہوا محنت بھی نہیں کرتا اور شکایتیں پہنچتی رہتی ہیں۔

یہ ہے صورت حال۔ لکھ دیا تاکہ مسئلہ کی سنگینی سے آپ واقف ہو جائیں۔ ممکن ہے احسن پوری بات نہ بتائے۔

اپنے والدین کو سلام پیش کیجئے، اپنے بابو کو پیار کیجئے، اپنے گھر کو سلام کہیے۔

انتظار نعیم کو انتظار یہ خط لکھتے رہیے ممکن ہے کثرت کار کی وجہ سے اطلاع دینے میں دیر ہو جائے معلوم نہیں مطیع اللہ، علی احمد کہاں کس حال میں ہیں جا کر پھنس گئے۔

جلیل احسن

اخی العزیز سلام اللہ علیک ورحمتہ

علی احمد کا خط: "۱۳ دسمبر کو ریاض آگئے" اور آپ کو اطلاع ملی؟ اب انتظار نہ کیجئے

[illegible] سفر پر ہو گئے۔

بہر حال یہ سفر رفاقت مبارک ہو، بہ سلامت روانگی و باز آئی

اور استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم عملک

اور آخر میں یہ کہ دعا کریں گے میرے لیے مسجد نبوی میں اور نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کریں گے۔

اپنے گھر کے تمام لوگوں کو سلام کہیں گے۔

جلیل احسن

۱۸ محرم ۹۹ھ / دو شنبہ ۱۹ دسمبر ۷۸ء

برادر مکرم سلام و تحیات

میرا خط ملا ہوگا، سنا ہے عمر فلاحی کی طرف سے علم آیا ہے سعودی سفارت خانہ کے نام کہ تاشیرہ ملکت عمر آبادیوں کو دے دو، چنانچہ صغیر صاحب کا ویزا ظاہر ہو گیا۔ مقدر کی بات ہے، قصور جامعہ کے کارپردازوں کا اور سر اعلیٰ شہود علی احمد وغیرہ کا؟
مثل مشہور ہے کہ کھیت کھائے گدھا مارا جائے جولاہا

اب اگر رائے ہو بھیجنے کی تو پھر خط تیار کرو اور بھیجو، تاخیر مریض شکر کی طرف سے ہو سکتی ہے ایسے مریض پر اضمحلال بالعموم طاری رہتا ہے۔

اپنے جملہ متعلق لوگوں کو سلام و دعا حسب مراتب کہیں۔

جلیل احسن

۱۳۔۳۔۲۰۰۰ء

خطوط بنام مولانا نسیم غازی فلاحی

برادر عزیز و مکرم

(۱) اچھا ہوا آپ نے "موضوع" لے لی۔

(۲) البحیرہ سے تفسیر بھی لے کے رکھی ہوگی

(۳) دونوں کو پیک کر کے بنام لکھ کر کسی ذمہ دار فلاحی۔ طالب علم یا استاذ۔ کے حوالہ کر دیں گے۔ قیمت یا تو نعیم سلمہ سے لے لیں گے یا قیمت واجب الادا سے مطلع کریں گے۔

میری صحت اجازت دیتی اے کاش، تو اجتماع میں شرکت ضرور کرتا!

مولوی شمیم مدناپوری، فلاحی تمہر وانی سے سلام کہیں اور یہ کہ آپ کے جمع شدہ پیسے (۲۸۰ روپے) میں سے عبدالسلام ۵ جنوری کو ۵۰ روپے اور ۵ فروری کو ڈیڑھ سو روپے لے گئے، کہا کہ خود خریدتا ہے، مطلع کر دیں۔

نمبر وجہ بیودی کا ہوسٹل اور کمرہ نمبر یاد نہیں رہتا اس لئے نعیم غازی کو "وسیلہ" بنایا جس کا قصہ مدہ میں بقول اعلیٰ حضرت دیا گیا ہے۔

جملہ فلاحین کو سلام مسنون۔ طارق بھوپالی زیر سایہ "مسلم" آ گئے، اچھا ہوا ہوں تو سلام اور شدید تاخیر کی معذرت! شکر کا طریقہ ایسا ہی ہوتا ہے!

جمیل احسن

۳-۳-۱۴۰۱ھ / ۸-۲-۸۱ء

عربی خطوط بنام مولانا شہود عالم صدیقی فلاحی

اخی شهود سلام من الله عليك ورحمة

وافتنی رسالتك المغلفة وقد ارسلت اليك من ذی قبل كتابا بالعربية اعلمتك فيه انهم قبلوك اولا ثم نسخوك، بذلك اخبرنا ابو المكارم فی كتابه الحالی، ولا تشغل نفسك بجواز السفر ولا تسافر لا الی عاصمة بهار ولا الی عاصمة بنغال. وكذلك لم يقبلوا اخويك رحمة الاثری وابرار اما رحمة فاصبح ملرسا فی ثانوية الفلاح واما ابرار و عبدالحميد فهما اليوم مقيمان فی عاصمة الهند يحاولان الا لتحاق بالجامعة الطبية ولم يصلنی من الياس شئی من اخباره.

واقرا السلام علی ابيك

من جليل احسن

۱۴/۶/۸۹ھ/۲۸/۸/۶۹م

اخی الكريم سلام من الله عليك ورحمة فی شهر الرحمة

جاءتنی بطاقتك فی الثامن والعشرين من رمضان وكان الاخ سلامة عندی يتحدث فقلت هذه بطاقة شهودية فما تقول؟ قال لقد كتبت اليه امس،

لا اكتب اليه ان ينتظر، فانتظر يا اخی وادع الله عزوجل ان يحقق لك متمنك ولم يأتنا خبر بعد عن المقبولين والمرفوضين.

هذا وابلغ تحيتی حضرة والدك الموقر وعلی صهيك المحب وعلی امه البرة

جليل

الاربعاء ۲۸ رمضان ۹۹ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

من عبد الله جليل احسن الی الاخ العزيز شهود

سلام الله عليك ورحمته وبركاته

وبعدفانی ابشرك بانهم قبلوا اطلبك لعام ۹۸ ۹۹ھ كما كتب رحمة الاثری الی اخيه اسعد الاثری وانت خامس الفلاحيين الذين نجحوا فی الملبهم، واما الاربعة فهم مطيع الله، ورضوان احمد، وعلی احمد وطارق اكرم الله فهل هيات جواز السفر؟ اسرع له ان لم تكن حصلت عليه

وابلغ تحيتی حضرة والدك وعلی احسنك وعلی ولدك وامه الوفية البرة

جليل احسن

تاسع رمضان ۹۸ھ الموافق ۱۵/۸/۷۸م

الالوا: اعلنت اسماؤهم ولكن لهم حق ان يحذفوا بعضا منهم فادع الله ان لا تكون منهم، وهم لايحذفون المعلنين فی عامة الاحوال.

اخی العزيز سلام الله عليك ورحمة الله وبركاته

وبعد فقد جف القلم بماهو كائن، فان نائب الرئيس يقول لقد تاخر الامر جدا فلاتحری التاشيرة مرة ثانية

وان على احمد اليوم او غداً او بعد غد يغادر دهلی الی وطنه كيهار

فانا لله وانا اليه راجعون، ولن يصيبنا الا ماكتب الله لنا وهو مولانا

فاصبر وتحمل ولا ندری فالحكمة الالهية فی ماجری

وابلغ تحياتی حضرة والديك الكريمين والعزيزة صاحبتك الوفية

وقرة عينكما واما احسن فلا ندری من هو والی من انتم؟

من

جليل احسن

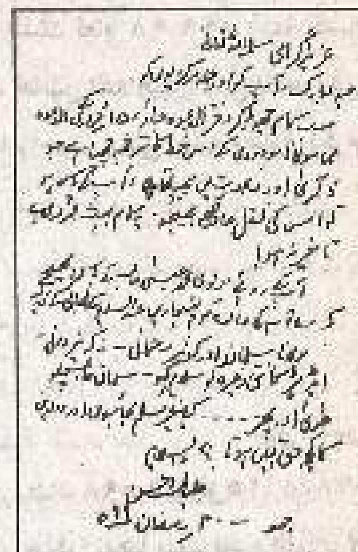

عکس تحریر اردو

عکس تحریر عربی

فقہ و فتاویٰ

ابوار قم فلاحی

سوال کیا اشتہارات اور پوسٹر وغیرہ پر قرآنی آیات واحادیث کو لکھنا جائز ہے؟

جواب :اشتہاری کاغذات پر قرآنی آیات واحادیث کا استعمال ناپسندیدہ ہے کیوں کہ آیات واحادیث کا احترام واجب ہے۔ارشاد باری ہے۔

فی صحف مكرمة مرفوعة مطهرة بايدی سفرة كرام بررة (سورۃ عبس ۱۳۔۱۶) یہ آیات ایسے صحیفوں میں درج ہیں جو مکرم ہیں بلند مرتبہ ہیں پاکیزہ ہیں معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔

اور چونکہ اجتماع وغیرہ کے اشتہارات اور پوسٹرس جو دیواروں پر چپکائے ہوتے ہیں چند دنوں بعد وہ لازماً زمین پر گر جاتے ہیں اور پیروں تلے روندے جاتے ہیں یا نالیوں میں پڑتے ہیں جس سے مرقوم آیات واحادیث کی اہانت ہوتی ہے البتہ پوسٹر لگانے والے کی نیت چونکہ اہانت کی نہیں ہوتی اس لئے اس فعل کو حرام نہیں بلکہ مکروہ کہا جائے گا۔اس لئے اس سے اجتناب اولیٰ ہے ایسے ہی جیسے بلاد کفار میں مصحف نہ لے جانا ہی بہتر ہے کہ مبادا مصحف مشرکین کے ہاتھوں لگ جائے اور وہ اس کی اہانت کریں۔

سوال :کیا بڑھاپے کے آثار کو مٹانے یا شکل صورت کو خوبصورت بنانے کے لئے آپریشن کروانا جائز ہے؟

جواب :بڑھاپے کے آثار کو مٹانے یا شکل وصورت کو خوبصورت بنانے کے لئے آپریشن جائز نہیں ہے کیوں کہ ان صورتوں میں آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ محض اپنی مرضی وخواہش کے مطابق تخلیق خداوندی میں تغییر وتبدیلی ہے جو حرام ہے ارشاد باری ہے

ولآمرنهم فليغيرن خلق الله ...الخ (سورۃ النساء:۱۱۹) اور میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں ردوبدل کریں گے۔

یہ آیت مذمت کے سیاق میں وارد ہے اور اس میں ان محرمات کا تذکرہ ہے جنہیں شیطان گنہ گار انسانوں کے سامنے مزین کرکے پیش کرتا ہے۔ جس میں سے ایک خدائی ساخت میں رد وبدل کرنا بھی ہے اور خوبصورتی کیلئے کئے جانے والے آپریشن میں خدائی ساخت میں بلاکسی ضرورت کے، ردوبدل پایا جوتا ہے۔ لہذا یہ عمل حرام ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے بھی اسکی حرمت کی جانب اس حدیث میں اشارہ کیا ہے

عن عبداللہ بن مسعود انہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یلعن المتنمصات والمتفلجات للحسن اللاتی یغیرن خلق اللہ (رواہ مسلم ۳/ ۳۳۹)

عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسن وزینت کی طلب میں بدن سے بالوں کو نوچنے اور دانتوں کے درمیان فاصلہ وشگاف پیدا کرنے والی ان عورتوں پر لعنت کرتے ہوئے سنا ہے جو اپنے اس عمل کے ذریعہ خدائی ساخت میں ردوبدل کرتی ہیں۔

اس حدیث میں حسن کیلئے جسم کے بال کو اکھیڑنے اور دانتوں کے درمیان فاصلہ کرانے والیوں پر لعنت کی گئی ہے اور اس کی علت خدائی ساخت میں تبدیلی قرار دی گئی ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں خوبصورتی کیلئے کئے جانے والے آپریشن میں پائی جاتی ہیں لہذا یہ عمل بھی اس وعید میں داخل سمجھا جائے گا اور حرام ہوگا۔

اسی طرح یہ آپریشن مخدرات کے استعمال کے بغیر ممکن نہیں اور بلاضرورت کسی نشہ آور چیز کا استعمال حرام ہے۔

اس کے ممنوع ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپریشن کے بعد پٹی کے ذریعہ آپریشن کی جگہ کو کئی دنوں تک ڈھکنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے غسل اور وضو میں ان اعضاء کو دھونا بھی ممکن نہیں رہتا۔

اور یہ عذر کہ حسن وجمال سے عاری مریض کو نفسیاتی اعتبار سے چھٹکارا دلانے کے لئے آپریشن ضروری ہے غیر معتبر ہے کیوں کہ اس کا حقیقی علاج تو تقدیر پر ایمان لانے میں مضمر ہے کہ حسن وجمال کی تقسیم ہر انسان کی اپنی تقدیر پر منی ہے نیز ظاہری شکل وصورت، مقاصد عالیہ کے حصول کے ذرائع نہیں ہیں۔ مقاصد عالیہ اور اہداف نبیلہ کا ادراک وحصول تو سیرت وکردار کی بلندی اور عزم وحوصلہ کی پختگی پر موقوف ہے۔

ابوعبدالرحمن عمار فلاحی

تحفہ اطفال

از مولانا مشتاق احمد شوق اعظمی

کتابت وطباعت: عمدہ — قیمت ۱۵ روپے — صفحات ۵۵

ناشر ادارہ تحقیقات اسلامی جامعہ اثریہ دارالحدیث پوسٹ بکس نمبر ۳ مئو ناتھ بھنجن (یوپی)

اس زمانے میں شعراء کی بہتات کے باوجود بچوں کے لئے نظمیں لکھنے والے خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ اس صنف میں طبع آزمائی کے لئے لسانی قدرت، لسانیات سے واقفیت اور معیار ومدارج کی پاسداری کی جو صلاحیتیں ہم پہنچانا ضروری ہیں وہ ہر ایک کے لئے ممکن نہیں۔ چنانچہ کم ہی شعراء اس کی ہمت کرپاتے ہیں۔ مولانا مشتاق احمد شوق اعظمی صاحب جو بہت مشتاق اور قادر الکلام شاعر ہیں جامعہ اثریہ دار الحدیث مئو کے شعبہ فارسی کے صدر بھی ہیں۔ "تحفہ اطفال" کے نام سے ان کا یہ مجموعہ خود اس بات کا منھ بولتا ثبوت ہے کہ ان کے اندر تمام مطلوبہ صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں حمد ونعت کے علاوہ نظموں کے عنوان سے بھی کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ خدا ایک ہے، غیب کا علم خدا ہی کو ہے، قرآن پاک، مسجد، نماز، ماہ رمضان، روزہ، عید مبارک، کعبہ کی زیارت، قربانی، علم، ماں باپ کی فرماں برداری، بزرگوں کی تعظیم، صفائی اور پاکی، سینما، سچ، سستی وکاہلی، ورزش، وقت کی پابندی، غیبت اور شکایت، گالی، قیامت، یوم جمہوریہ، یوم آزادی، بچوں کی عید، جنت، دوزخ، استاذ کی خدمت، نیکی، برائی وغیرہ۔

آپ کا کلام کتنا سادہ، سلیس اور سبک ہے ذرا ملاحظہ فرمائیں، "قرآن پاک" کے عنوان سے لکھتے ہیں

قرآن پڑھو پڑھاؤ ہر دم سنو سناؤ
قرآن کی تلاوت ہے نیک بڑی عبادت
یہ نور ہے ہمارا دستور ہے ہمارا

اسی طرح روزہ کے مقاصد ذہن نشین کرانے کے لئے کتنا خوبصورت پیرایہ بیان اور حسین تشبیہ استعمال کی ہے ملاحظہ ہو۔

روزے رکھ کر جھوٹ نہ بولیں — سچ ہی بولیں جب منھ کھولیں
غیبت اور شکایت چھوڑیں — گندی باتوں سے منھ موڑیں
ورنہ فقط بھوکے ہی رہنا — کھیدا بھی دے کر ہے بہنا

مختلف نظموں میں بعض مشمولات شدت سے کھٹکتے ہیں امید کہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ رہے گی تاکہ کوئی بیان خلاف حقیقت نہ ہو مثلاً ص ۲۳ پر "ماہ رمضان" کے عنوان سے جو نظم ہے اس کا تیسرا شعر ہے

قید ہو گیا دوزخ میں شیطان — مہینہ ہے یہ بڑے امن و اماں کا

شیطان کے مقید ہونے کی بات درست ہے لیکن احادیث میں دوزخ کی صراحت نہیں ہے، اسی لئے یہ اضافہ محل نظر ہے ضرورت شعری کی وجہ سے کچھ اور بھی ادا جا سکتا ہے ایسا اضافہ جو غلط فہمی پیدا کرے مناسب نہیں۔

اسی طرح پندرہ اگست (یوم آزادی) پر جو نظم لکھی گئی ہے کسی صاحب علم کی جانب سے اس کی تعبیر (یہ نظم نہیں بلکہ صرف ابتدائی تین اشعار ہی پر) از سر نو غور فرمائیں کہ کیا حقیقت واقعہ یوں ہی ہے۔

اے پندرہ اگست کی تاریخ دلنواز — زیبا ہے جس قدر بھی کریں تجھ پہ فخر و ناز
گاندھی کی رہنمائی و ہمت کا پھل ہے تو — آزاد کی سیاسی بصیرت کا پھل ہے تو
نہرو کی خواب شیریں کی تعبیر مرحبا — آزاد ہند کی نئی تصویر مرحبا

الحمد للہ مولانا صدر الدین اصلاحیؒ پر خصوصی شمارے کی تیاریاں جاری ہیں۔ اس سلسلے میں فاضل مقالہ نگاروں سے التماس ہے کہ وہ جلد اپنے مقالات روانہ فرمائیں۔ یاد دہانی کے خطوط بھیجے جا چکے ہیں۔ نہ ملنے پر اس اطلاع کو کافی سمجھیں۔ تاخیر کی صورت میں انتظار کا صبر آزما مرحلہ ہر ایک کے لئے گراں ہوگا۔ "مدیر"

مجالس علمیہ

مولانا امین احسن اصلاحیؒ سیمینار

عبد البر اثری فلاحی

فکر فراہی کے ترجمان ممتاز عالم دین صاحب تدبر قرآن اور تحریک اسلامی کے ابتدائی و بنیادی ستونوں میں سے ایک نمایاں ستون مولانا امین احسن اصلاحیؒ پر ۲۳ تا ۲۵ فروری ۱۹۹۹ء کو انجمن طلبہ قدیم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ (یوپی) کی جانب سے مدرسہ ہذا میں ایک پروقار سیمینار منعقد ہوا جس میں مدرسۃ الاصلاح کے طلبہ قدیم و جدید کے علاوہ جامعۃ الفلاح سے بھی کثیر تعداد میں طلبہ و اساتذہ نے شرکت کی، ان کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی جواہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی، جامعہ ہمدرد نئی دہلی، دار المصنفین اعظم گڑھ، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ اور ادارہ تدبر قرآن و حدیث لاہور (پاکستان) وغیرہ سے معزز مندوبین بھی شریک تھے۔ پاکستان سے امین احسن اصلاحیؒ کے دیرینہ رفیق جناب خالد مسعود صاحب مدیر "تدبر" لاہور (پاکستان) اور مولانا فراہی کی حیات و خدمات پر اتھارٹی کا مقام رکھنے والے ڈاکٹر شرف الدین صاحب اصلاحی کی شرکت نے سیمینار کی قدر و قیمت اور رونق کو دوبالا کر دیا تھا۔ چنانچہ افتتاحی اجلاس کی صدارت جناب خالد مسعود صاحب ہی نے فرمائی اور استقبالیہ ناظم مدرسۃ الاصلاح جناب ضیاء الدین صاحب اصلاحی نے پیش فرمایا۔ اس موقع سے جناب کلیم صفات اصلاحی کا منظوم خراج عقیدت لاجواب تھا۔ دو بند ملاحظہ فرمائیں۔

وہی تھا اصل میں اصلاح کا نمائندہ — اسی کے دم سے تھی بزم طرب بھی تابندہ
جہاں علم و عمل کا وہ ایک سپاہی تھا — مری نظر میں وہی شارح فراہی تھا

اس موقع سے مولانا اصلاحیؒ کے دو قدیم ترین شاگرد مولانا عبد الرحمن ناصر اصلاحی صاحب اور مولانا قمر الدین اصلاحی صاحب نے اپنے تاثرات سے بھی مستفید فرمایا جو بعض پہلوؤں سے کافی معلومات افزا بھی تھے۔ یہ سہ روزہ سیمینار چھ اجلاسوں پر مشتمل تھا۔ جس میں تقریباً ۳۰ مقالات پیش کئے گئے سامعین کی دلچسپی اور بحث و مباحثہ کی گرمی

دیدنی تھی۔ کم ہی سیمناروں میں یہ چیز دیکھنے کو ملتی ہے۔ البتہ مقالات کی نوعیت تشفی بخش نہیں تھی، کچھ تو تکرار کی وجہ سے اور کچھ عدم منصوبہ بندی کی وجہ سے ایسا لگتا ہے کہ پہلے سے مقالات کے عنوانات نہ تو غور وفکر کرکے طے کئے گئے تھے اور نہ ہی مولانا کی حیات و خدمت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی چنانچہ بہت سے اہم گوشے تشنہ رہ گئے۔ مثلاً مولانا اصلاحی کی جماعتی زندگی اور تحریک کے تئیں ان کی خدمات پر کوئی سیر حاصل گفتگو سامنے نہیں آئی۔ اسی طرح مولانا کی تمام تصنیفات کے حوالے سے جو مطالعہ سامنے آنا چاہیے تھا وہ بھی نظر نہ آیا وغیرہ۔

اس موقع سے مندوبین کا دائرہ اگر وسیع کیا گیا ہوتا اور دوسرے حلقوں سے بھی مدعو کئے گئے ہوتے تو مولانا کے فیوضات کو پھیلانے اور ان کے خیالات جاننے کا بھی موقع ملتا لیکن ایسا نظر نہیں آیا ممکن ہے کچھ عوارض رہے ہوں۔

اس سیمینار میں جامعۃ الفلاح کے اساتذہ نے بھی بھرپور حصہ لیا چنانچہ کئی مقالات یہاں کے اساتذہ نے پیش فرمائے۔

(۱) مولانا عنایت اللہ سبحانی صاحب نے "تدبر قرآن تفسیروں میں ایک منفرد تفسیر"

(۲) مولانا نعیم الدین اصلاحی صاحب نے "مولانا اصلاحی کے بعض اہم تفسیری مباحث... ایک تجزیہ"

(۳) مولانا نظام الدین اصلاحی صاحب نے "مولانا امین احسن اصلاحی کا طریقہ تفسیر"

(۴) مولانا محمد اسماعیل فلاحی صاحب نے "تدبر قرآن سورہ سبا تا آخر ایک معروضی جائزہ"

اس سیمینار میں راقم الحروف نے بھی مقالہ پیش کرنے کا شرف حاصل کیا جس کا عنوان تھا "مکاتیب اصلاحی کا ایک تجزیاتی مطالعہ"

اس سیمینار کے دوسرے دن بعد نماز عشاء خطاب عام کا پروگرام تھا جس میں مختلف عناوین پر جامعہ کے تین معزز اساتذہ نے خطاب فرمایا

۱۔ مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی ۲۔ مولانا عنایت اللہ صاحب سبحانی

۳۔ اور مولانا محمد طاہر صاحب مدنی

ان کے علاوہ مولانا محمد عمر اسلم صاحب اصلاحی استاذ مدرسۃ الاصلاح نے بھی خطاب فرمایا۔ الحمد للہ خطاب میں آس پاس سے کافی لوگ شریک تھے۔

اختتامی اجلاس میں تاثرات کے لئے بھی کچھ وقت خاص تھا جس میں بالخصوص بیرونی مہمان جناب خالد مسعود صاحب نے فرمایا کہ "میں نے چالیس سال کی صحبت میں مولانا کو جیسا جانا تھا یہاں آکر ان کی ابتدائی زندگی کے حوالے سے میری معلومات میں اضافہ ہوا" مزید آپ نے مولانا کے افکار وخیالات کو صحیح تناظر میں دیکھنے اور پیش کرنے کا مشورہ بھی دیا کیوں کہ اس کے بغیر بسا اوقات تصویر بگڑ جاتی ہے۔

اس اجلاس میں ناظم مدرسۃ الاصلاح مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب کا اظہار خیال سب سے زیادہ قابل توجہ ہے کہ "مولانا اصلاحیؒ نے مطالعہ و تحقیق کی جو راہ دکھائی ہے اور قرآن کی بنیاد پر تمام علوم وفنون کو مدون کرنے کا جو چراغ جلانا شروع کیا ہے مولانا کے معتقدین کی اب یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اسے آگے بڑھائیں" البتہ اس سلسلے میں خود مولانا محترم کی ذمہ داریاں کچھ کم نہیں ہیں کیوں کہ مولانا خود مدرسۃ الاصلاح کے ناظم بھی ہیں اور دار المصنفین جیسے ادارے کے عملاً سربراہ بھی۔ اس لئے اس طرح کے کاموں کے مواقع فراہم کرنا اور اس کے لئے وسائل وذرائع جٹانا بہر حال سب سے پہلے آپ کی توجہ چاہتا ہے۔ امید کہ مولانا اپنی اس چاہت کے مطابق عملی منصوبہ بندی کر رہے ہوں گے۔

اس اجلاس کی صدارت مولانا محمد عنایت اللہ صاحب سبحانی نے فرمائی اور آپ نے بالخصوص اس موقع سے مدرسۃ الاصلاح کے دو مایہ ناز سپوت اور جامعۃ الفلاح کے سابق ناظم مولانا صدر الدین اصلاحیؒ اور مولانا ابو بکر اصلاحیؒ کو خراج عقیدت بھی پیش کیا۔ حق تو یہ ہے کہ فکر فراہیؒ کی ترجمانی اور مدرسۃ الاصلاح کی نیک نامی میں مولانا صدر الدین اصلاحی کا جو حصہ ہے وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ مولانا صدر الدین اصلاحی پر بھی ایک علیحدہ سیمینار ہو میرے خیال میں مدرسۃ الاصلاح اور انجمن طلبہ قدیم مدرسۃ الاصلاح پر یہ ایک قرض ہے جو تا انعقاد واجب الادا رہے گا۔

آخر میں صدر انجمن طلبہ قدیم مدرسۃ الاصلاح مولانا احتشام الدین صاحب اصلاحی کی دعا پر سیمینار پایہ اختتام کو پہنچا اور سبھی خوشگوار یادیں سمیٹ کر اپنے اپنے مقام کو لوٹ گئے۔

جامعہ کے لیل و نہار

ادارہ

توسیعی خطبات تحقیق و مطالعہ کے ذوق کی آبیاری کے لئے حسب سابق نے تعلیمی سال میں بھی ۲۳ فروری ۱۹۹۹ء کو توسیعی خطبات کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع سے طلبہ کے درمیان دو خطبے پیش کئے گئے پہلا خطبہ محترم ڈاکٹر عبید اللہ فہد صاحب فلاحی ریڈر شعبہ اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ نے "ہندوستان میں عربی تفسیری رجحانات" کے عنوان پر دیا جب کہ دوسرا خطبہ محترم ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی صاحب ندوی چیرمین شعبہ اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ نے "غزوات نبوی کی توقیت میں محدثین کا طریقہ کار" کے عنوان پر دیا۔

اب تک طالبات اس طرح کے خطبات سے استفادہ سے محروم رہ جایا کرتی تھیں چنانچہ اس بار ان کے درمیان بھی الگ سے خطبہ کا اہتمام کیا گیا اور محترم ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی صاحب ندوی نے "ازواج مطہرات کی تعمیری خدمات" کے عنوان پر اپنا تحقیقی خطبہ پیش فرمایا سارے ہی خطبات کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ بھی رہا خصوصا طالبات کے سوالات پر فاضل مہمان نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا آئندہ ہم ان خطبات کے مشمولات پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس لئے یہاں قلم زد کیا جارہا ہے۔

دوسرے دن ۲۴ فروری ۱۹۹۹ء کو روانگی سے قبل محترم ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی صاحب نے تعلیم کے آغاز سے پہلے تذکیر کے وقت طلبہ کو کچھ چند نصائح سے بھی نوازا۔ پہلے تو آپ نے طلبہ کے درمیان سوال جواب کے ماحول کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ اس سلسلے میں جامعۃ الفلاح منفرد و ممتاز ہے کہ وہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جب کہ دوسرے ادارے اسے سوء ادب سمجھتے ہیں ساتھ ہی آپ نے اسے مزید پروان چڑھانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ "آپ حفظ کی طرف بھی توجہ دیں قرآن و سنت کا جس قدر حصہ یاد کرسکیں ضرور کریں کیوں کہ سفینے کے بجائے سینے کا علم زیادہ مفید و کارگر ہوتا ہے اسی طرح آپ علمی پندار میں مبتلا نہ ہوں۔ ابلیس اسی وجہ سے برباد ہوا۔ حدیث میں ہے تکبر علم کو کھا

جاتا ہے۔ بزرگوں اور اساتذہ کا ہمیشہ احترام ملحوظ رکھیں جن سے جو میسر ہو حاصل کریں ابھی اگر کوئی کمی رہ گئی تو بعد میں ازالہ مشکل ہوگا۔ قرآن و سنت کا مطالعہ براہ راست اور مستند ذرائع سے استفادہ کرتے ہوئے کریں لیکن ذرائع کو ذرائع ہی کا مقام دیں انہیں اصل نہ بنا لیں۔ علمی حلقے بنائیں اس سے افادہ استفادہ مزید نتیجہ خیز بن جاتا ہے اور آخری بات یہ کہ اعتدال و مداومت کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے کہ یہی حسن و پختگی کا ذریعہ ہیں۔"

جمعیۃ الطلبہ کا انتخاب جمعیۃ الطلبہ جو طلبہ کی مختلف تحریری و تقریری صلاحیتوں کو ابھارنے اور طلبہ کی رہبری سمیت جملہ ضروری شعبہ جات کو منظم و متحرک بنانے کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ ۲۰ فروری ۱۹۹۹ء کو میقات رواں کے لئے اس کا انتخاب عمل میں آیا درج ذیل تفصیل کے مطابق ذمہ داریاں تفویض ہوئیں۔

سکریٹری		شاکر الاکرم
لائبریرین		محمد عدیل اختر
معتمد اخبارات و رسائل		محمد امین پیر
معتمد خطابت	(اردو)	تاج محمد
معتمد خطابت	(عربی)	معراج احمد ملک
معتمد خطابت	(انگریزی)	بشیر احمد ملک
معتمد صفائی		عبد الهادی
معتمد کھیل		اطہر علی
معتمد امور		فاروق اعظم
معتمد خدمت خلق		شفیع الرحمن

دعا ہے کہ اللہ ہر ایک کو اپنی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

کلیۃ البنات میں نئی تقرری کلیۃ البنات میں برائے شعبہ اعلیٰ محترمہ سلمیٰ خورشید صاحبہ فلاحی (نصیر پور)، محترمہ شبنم انور صاحبہ فلاحی (بلریا گنج)، محترمہ [illegible] ادریس صاحبہ فلاحی (نصیر پور) اور برائے شعبہ ثانوی محترمہ تسنیم ضیاء صاحبہ فلاحی (بنگالی پور) کی بحیثیت

معلمات تقرری عمل میں آئی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ انھیں بیش از بیش خدمات کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

اظہار تعزیت جامعہ کے گیسٹ کیپر جناب اعجاز احمد صاحب کے چچا جناب عبدالقدیر صاحب ۷۲ سال کی عمر میں ۲۲ فروری ۱۹۹۹ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون آپ علاؤالدین پٹی اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے، نماز روزہ کی انتہائی پابند تھے۔ کافی دنوں سے پھیپھڑے کی بیماری میں مبتلا تھے اللہ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

کافی تاخیر سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی کہ محترمہ نکہت بنت ابوبکر فلاحی (۱۹۹۰ء) نصیر پور، ۸ر جنوری ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۹ر رمضان المبارک کو اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نہایت شریف اور پاک طینت تھیں۔ ماں باپ کا سایہ بچپن ہی میں اٹھ گیا تھا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!

غزل

سعید اختر اعظمی فلاحی

میر کارواں کے جب حوصلے بدلتے ہیں
تھک کے ہر مسافر کے راستے بدلتے ہیں

دل کی ہر خلش کو ہم مل کے تو مٹا ڈالیں
قربتوں کے بڑھنے سے فاصلے بدلتے ہیں

یہ تری ادا ٹھہری یا یہ بے رخی سی ہے
پل میں کیوں نگاہوں کے زاویے بدلتے ہیں

پارسائی کا دعوی اور مے پرستی بھی
شیخ جی ہر اک لمحے آئینے بدلتے ہیں

اور بڑھتی جاتی ہیں سرخیاں لہو سے کچھ
حادثے تو رہتے ہیں حاشیے بدلتے ہیں

تیری شاعری اختر فکر و فن کا ہے درپن
تیرے شعروں میں اکثر قافیے بدلتے ہیں

مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کے انتقال پر قطر میں جلسۂ تعزیت

سکریٹری، قطر یونٹ

برصغیر ہندوپاک کے ممتاز عالم دین اور تحریک اسلامی کے اساسی رکن مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کے ۱۳ر نومبر ۱۹۹۸ء بروز جمعہ انتقال فرمانے کی اندوہناک خبر قطر کے تحریکی حلقے میں بڑے رنج و غم کے ساتھ سنی گئی۔ ۲۷ر نومبر ۱۹۹۸ء بروز جمعہ بعد نماز عشاء حلقۂ رفقاء ہند قطر اور انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح قطر یونٹ کی طرف سے ایک مشترکہ تعزیتی جلسہ کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس موقع سے جناب آزاد اقبال فلاحی صاحب نے مولانا مرحوم کی زندگی کا ایک مختصر اور جامع تعارفی خاکہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ "آپؒ مولانا مودودیؒ کے ساتھ تحریک اسلامی کی داغ بیل ڈالنے والے ان ابتدائی اشخاص میں سے تھے جنہوں نے مولانا مودودیؒ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے دعوت اسلامی کے اس عظیم فریضہ کو انجام دینے کی خاطر تحریک اسلامی کی اساس رکھی۔ آپؒ ہندی ادارۂ ترجمہ کے ایک ذمہ دار رکن تھے۔ چھ ماہ تک امیر جماعت اسلامی کے فرائض انجام دئے اور وقتاً فوقتاً آپ پر قائم مقام امیر جماعت اسلامی کی ذمہ داری ڈالی گئی۔ آپ ابتدا ہی سے مرکزی شوریٰ کے رکن رہے اور مرکزی درسگاہ رام پور اور پھر ہندوستان کے عظیم تعلیمی ادارہ جامعۃ الفلاح کو آپ کے ناظم رہنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ نے ۱۹۷۵ء کی ایمرجنسی کے دوران جیل کی صعوبتوں کو بھی برداشت کیا۔"

بعد ازاں جماعت اسلامی پاکستان کی مرکزی شوریٰ کے رکن اور صوبہ پنجاب کے امیر جو کہ خوش قسمتی سے قطر کے تحریکی دورے پر تشریف لائے تھے، نے اپنے تاثرات کا

اظہار فرمایا۔ آپ نے کہا کہ مولانا مودودیؒ کے چند قریبی ساتھیوں اور بانیان تحریک میں سے صرف مولانا صدر الدین اصلاحی مرحومؒ ہی ہم میں باقی تھے جو چل بسے۔ آپؒ نے اپنی ساری زندگی تحریک اسلامی کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔ آپ کے انتقال سے صرف تحریک اسلامی ہند و پاک ہی متاثر نہیں ہوئی ہیں بلکہ یہ دنیا کے ہر اردو داں طبقے کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے کیونکہ آپؒ نے اردو زبان میں اسلام کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ ایک اپنا منفرد مقام رکھتی ہیں۔ جماعت اسلامی ہند و پاکستان میں اس وقت علمی اور تحقیقی کاموں کی جانب خاطر خواہ توجہ نہیں ہو پا رہی ہے۔ آج جماعت کے صف اول کے وہ عالم دین جنہوں نے علمی اور تحقیقی کاموں میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ بھی ہم میں نہیں رہے۔ یہ ایک عظیم سانحہ ہے جو ناقابل تلافی ہے۔ آپ نے مولانا مرحوم سے اپنی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ میری ان سے پہلی ملاقات صرف ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں حج کے موقع پر ہوئی تھی۔ میرا گمان تھا کہ جتنا گہرا علم آپ کا ہے اسی کے مطابق آپ کی شخصیت بھی ہوگی لیکن جب آپ سے ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ کافی دبے پتلے اور منکسر المزاج انسان ہیں۔ آپ کے ہر ادا سے تواضع اور انکساری کا اظہار ہوتا ہے تو میں نے دل میں کہا کہ جس درخت میں جتنے زیادہ پھل ہوتے ہیں وہ اتنا ہی نیچے کو جھکا ہوا ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ کی ملاقات کا تذکرہ جاری رکھتے ہوئے آپ نے بتایا کہ ہم نے مولانا مرحوم سے کئی موضوعات پر گفتگو کی اور دل میں خواہش ہوتی تھی کہ آپ سے مزید اس موضوع پر سنتے رہیں لیکن جب آپ بات ختم کرتے تو یوں لگتا کہ اس موضوع پر پوری بات آگئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا مرحوم نے علمی و تحقیقی کاموں کے ساتھ ساتھ جماعتی زندگی کے فرائض کو بخوبی انجام دیا۔ وہ ہم میں سے ایک فرد تھے ہر تحریکی کارکن کے بھائی تھے لہٰذا ہم میں سے ہر ایک ایک دوسرے کی تعزیت کرنے کا مستحق ہے۔

بعد ازاں جناب عبدالحلیم فلاحی نے مولانا مرحوم کی زندگی کے مختلف حالات سے سامعین کو آگاہ کیا۔ اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ مولانا مرحوم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے چھ جلدوں پر مشتمل تفہیم القرآن کی ایک جامع تلخیص تیار کیا۔ جب مولانا مودودیؒ سے تفہیم القرآن کی تلخیص کی خواہش کی گئی تو آپؒ نے

فرمایا تھا کہ اگر مولانا صدر الدین صاحب اس کام کو کرنے کا بیڑا اٹھائیں تو میں اس کی اجازت دے سکتا ہوں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا مودودیؒ آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔ آپ نے بتایا کہ تلخیص کی پروف ریڈنگ (Proof Reading) کے دوران مولانا سے کافی قریب ہونے کا موقع ملا۔ میں نے آپ کی زندگی میں انکساری، تواضع اور للّٰہیت پائی۔ مولانا مرحوم کی زندگی میں کافی سادگی تھی۔ آپ کسی کی ذاتی زندگی میں دخل نہیں دیتے تھے اور جب کوئی سوال آپ سے کیا جاتا تو آپ عالمانہ اور مدلل انداز میں جواب دیتے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے دارالکفر کی تعریف معلوم کی۔ آپ نے جواب دیا کہ "پہلے دارالاسلام تو پیدا کر لو پھر دارالکفر کی تعیین خود بخود ہو جائے گی۔" پھر جناب انجم حسین صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

باوجودیکہ آپ ایک بہت بڑے عالم و دانشور تھے لیکن کبھی بھی اپنے آپ کو نمایاں کر کے پیش نہ کرتے۔ ایک اجتماع کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ ایمرجنسی کے دوران کچھ ناگزیر حالات کی بنا پر جماعت کا ایک اجتماع نیپال میں منعقد ہوا۔ وہاں ایک اہم موضوع پر لوگ کافی پرجوش ہوئے تو ہال کے ایک گوشے سے آواز آئی کہ اب خاموش ہو جائیں اس کے بعد سارے ہال میں سکوت طاری ہو گیا۔ یہ مولانا مرحوم کی آواز تھی، بعد میں آپ نے اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور تمام ہی لوگوں نے آپ کی رائے کا احترام کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بڑے بڑے لوگ آپ کی علمیت اور دوراندیشی کے قائل تھے۔

جناب عرفان احمد شمسی صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ مولانا اور ہمارے گھریلو تعلقات کی بنا پر میں مولانا مرحوم سے ۱۹۵۵ء سے متعارف ہوں۔ وہ تحریک اسلامی کے عظیم مجتہد، بلند پایہ محقق، عظیم مفکر، مدبر و عظیم مفسر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پایاں صلاحیتوں سے نوازا تھا اور آپ نے اپنے علم کو نشر کرنے اور عملی زندگی میں نافذ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ آپ نے بتایا کہ جامعۃ الفلاح کے اکابر اساتذہ کرام آپ سے علمی مسائل میں رجوع کرتے اور استفادہ کرتے۔ میرے دوران تعلیم جب بھی آپ جامعہ تشریف لاتے تو میرے شفیق استاد مولانا جلیل احسن ندوی مرحوم مجھ کو ترغیب

اسے کہ اگر تمہیں کسی قسم کا اشکال ہو یا سوالات کرنے ہوں تو مولانا سے فوراً پوچھ لو۔

اس تعزیتی اجلاس میں تاثرات و تعارف کے ساتھ مولانا مرحوم کی تین کتابوں کے مختصر تعارف بھی پیش کئے گئے۔ آپ کی کتاب "دین کا قرآنی تصور" کا مختصر تعارف جناب فیاض احمد فلاحی نے پیش کیا۔ دوسری کتاب "فریضۂ اقامت دین" کا تعارف جاوید احسن فلاحی صاحب نے اور "معرکہ اسلام و جاہلیت" کا تعارف جناب سلیم صاحب نے پیش کیا۔ آخر میں مولاناؒ کے لئے نیک دعاؤں کے ساتھ جلسہ تعزیت اختتام پذیر ہوا۔

روداد شوریٰ انجمن طالبات قدیم جامعۃ الفلاح

ساجدہ ابو اللیث فلاحی

ناظمہ انجمن طالبات قدیم

۱۱ فروری ۱۹۹۹ء بروز جمعرات انجمن طالبات قدیم کی شوریٰ کی میٹنگ ہوئی پچھلی میٹنگ کے فیصلوں پر عمل درآمد کا جائزہ لیا گیا۔ اور طے پایا کہ یونٹ کے کاموں کا جائزہ لینے کے لئے مضافات کا دورہ کیا جائے اس کے لئے چند ممبران شوریٰ کے پروگرام ترتیب دیے گئے۔ نیز گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی کلیۃ البنات کے تمام شعبہ جات کی غیر مستطیع طالبات کی تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کیلئے انہیں کتابوں اور یونیفارم کی شکل میں امداد دینے کا فیصلہ کیا گیا جس کے لئے تین ہزار روپے کا بجٹ منظور کیا گیا۔ اس کام کی ذمہ داری چند فارغات کے سپرد کی گئی۔

مزید طے پایا کہ اپنے درجات میں پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات کو کئی سالوں سے انعام نہیں دیا جاسکا ہے اسلئے کم از کم سال گذشتہ پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات کو اب انجمن طالبات قدیم کی طرف سے انعام دیا جائے۔ اس غرض کیلئے دو ہزار کا بجٹ منظور کیا گیا۔

سالانہ رپورٹ بھی پیش کی گئی۔ آمد و صرف کا جائزہ لیا گیا۔ مزید مالیات کی فراہمی پر غور ہوا کوئی قابل ذکر شکل سامنے نہیں آسکی جس کی وجہ سے اس مسئلہ کو آئندہ میٹنگ کے لئے موخر کر دیا گیا۔

خطوط و رسائل

برادر مکرم مولانا عبد الرب اثری فلاحی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہو۔

مارچ ۱۹۹۹ء کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ کمپیوٹر کتابت کی وجہ سے رسالہ کافی پرکشش اور خوبصورت ہو گیا۔ مبارک باد قبول فرمائیں۔ میں نے سب سے پہلے لیل و نہار کا کالم پڑھا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ محترمہ سلمیٰ جلیل صاحباتی نے ہیڈ معلمہ کی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ امید ہے کہ سلمیٰ آپا کی قیادت میں جامعہ کا تعلیمی و تربیتی معیار بلند ہوگا۔ میں محترمہ آسیہ بانو فلاحی کو مبارک باد دینا چاہتی ہوں جنہوں نے غیر اسلامی رسوم و رواج پر عمل کر اظہار خیال کیا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے اسلام پر ہندو تہذیب کا پوری طرح غلبہ ہے۔ نا معلوم کن کن راستوں سے ہندو تہذیب کے اثرات نے مسلم معاشرہ کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ دور اول کے اسلامی معاشرہ سے تقابل کرتے ہوئے بار بار احساس ہوتا ہے کہ ہماری سوسائٹی میں شرک کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان پر کاری ضرب لگائی جائے اور ان تمام غیر اسلامی رسوموں کے خلاف زبردست تحریک چلائی جائے۔ اگر جامعۃ الفلاح سے طالبات اور خواتین کے ذریعہ کوئی ایسی تحریک چل سکے تو یہ مسلم خواتین کے لئے مشعل راہ کا کام دے گا۔ جناب عبد الرب اثری فلاحی نے ذکر جمیل لکھ کر سارے فلاحیوں کا قرض اتارنے کی کوشش کی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ سینئر فلاحی اہل قلم مولانا جلیل احسن ندوی مرحوم کی خدمت پر قلم اٹھائیں اور مولانا کے حواشی اور دوسری نا تمام تحریروں کو مرتب کر کے شائع کریں۔ یہ ایک زبردست علمی خدمت ہوگی۔

والسلام

آپ کی بہن

انجم آرا فلاحی

شعبہ عربی علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ